قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ
الفضل
لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 21 مارچ 2022ء | 18 شعبان 1443 ہجری قمری | 21 امان 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:69

ارشاد باری تعالیٰ

فَلَمَّا رَاَوۡہُ عَارِضًا مُّسۡتَقۡبِلَ اَوۡدِیَتِہِمۡ ۙ قَالُوۡا ہٰذَا عَارِضٌ مُّمۡطِرُنَا ؕ بَلۡ ہُوَ مَا اسۡتَعۡجَلۡتُمۡ بِہٖ ؕ رِیۡحٌ فِیۡہَا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۲۵﴾

(الاحقاف:25)

ترجمہ: پس جب انہوں نے اسے ایک بادل کی صورت میں دیکھا جو اُن کی وادیوں کی طرف بڑھ رہا تھا تو کہا یہ ایسا بادل ہے جو ہم پر بارش برسانے والا ہے۔نہیں! بلکہ یہ تو وہی ہے جسے تم جلد مانگا کرتے تھے۔ یہ ایک ایسا جھکڑ ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔

فرمان رسول ﷺ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب تیز آندھی آتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے کہ اے اللہ! مَیں تجھ سے اس آندھی میں مضمر ہر ظاہری اور باطنی خیر کا طالب ہوں اور اس کے ہر ظاہری و باطنی شر سے پناہ مانگتا ہوں۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آسمان پر بادل گھر آتے تو آپ کا رنگ بدل جاتا اور آپ کبھی گھر میں داخل ہوتے اور کبھی باہر نکلتے۔ کبھی آگے جاتے اور کبھی پیچھے اور جب بادل برس جاتا تو آپ کی گھبراہٹ ختم ہو جاتی۔ کہتی ہیں کہ یہ بات مَیں آپ کے چہرہ مبارک سے پہچان لیتی تھی۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس گھبراہٹ کا سبب پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اے عائشہ! یہ اس لئے ہے کہ کہیں یہ بادل قوم عاد پر عذاب لانے والے بادل جیسا نہ ہو۔

(صحیح مسلم کتاب صلاۃ الاستسقاءباب التعوذ عن رؤیۃالریح والغیم)

فرمان خلیفہ وقت

تو یہ آپ کا دعویٰ ہے۔ اور جیسا کہ ایک مرتبہ پہلے بھی غالباً گزشتہ سال میں اسی حوالے سے بیان کر چکا ہوں کہ گزشتہ سو سال کے دوران جو آفات اور زلازل آئے ہیں وہ اس سے پہلے ریکارڈ نہیں ہوئے۔ چھوٹے چھوٹے (ریکارڈ) نہیں ہوئے لیکن جو پرانی بڑی بڑی آفتیں آئی ہیں وہ ریکارڈ میں موجود ہیں۔ لیکن اتنی زیادہ نہیں جتنی اس سو سال میں۔ اللہ تعالیٰ یہ نشان دنیا کے مختلف حصوں میں بار بار دکھا رہا ہے۔ اس لئے بار بار ہمیں اس انذار کو اپنے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ اپنے ایمانوں کو بھی مضبوط کر سکیں اور دنیا میں بھی اُس پیغام کو پہنچانے کا حق ادا کر سکیں جس کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام آئے تھے۔ آپؑ نے واضح فرمایا ہے کہ میرا نشان میری زندگی کے بعد بھی ظاہر ہوتا رہے گا۔ پس جس طرح شدت سے آپ نے دنیا کو اس نشان سے آگاہ کیا ہے ہمیں بھی دنیا کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔

(خطبہ جمعہ 18 مارچ 2011ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

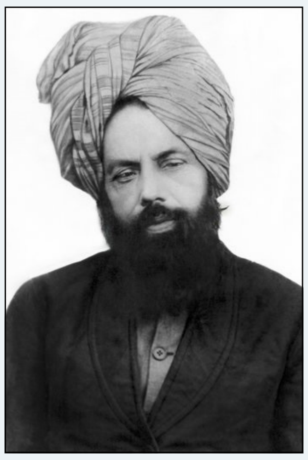

’’حوادث کے بارے میں جو مجھے علم دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ ہر ایک طرف دنیا میں موت اپنا دامن پھیلائے گی اور زلزلے آئیں گے اور شدّت سے آئیں گے اور قیامت کا نمونہ ہوں گے اور زمین کو تہ و بالا کر دیں گے اور بہتوں کی زندگی تلخ ہو جائے گی۔ پھر وہ جو توبہ کریں گے اور گناہوں سے دستکش ہو جائیں گے خدا اُن پر رحم کرے گا۔ جیسا کہ ہر ایک نبی نے اس زمانے کی خبر دی تھی ضرور ہے کہ وہ سب کچھ واقع ہو۔ لیکن وہ جو اپنے دلوں کو درست کر لیں گے اور اُن راہوں کو اختیار کریں گے جو خدا کو پسند ہیں اُن کو کچھ خوف نہیں اور نہ کچھ غم۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تُو میری طرف سے نذیر ہے۔ مَیں نے تجھے بھیجا تا مجرم نیکو کاروں سے الگ کئے جائیں۔ اور فرمایا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ میں تجھے اس قدر برکت دوں گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔‘‘

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 302-303)

اس شمارہ میں

- علامات المقربین (منظوم)
- الفضل آن لائن کے یوم مسیح موعود نمبر 2022ء کا شاہکار موضوع
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- قادیان سے زمین کے کناروں تک
- الہام الٰہی کا پس منظر اور پیغام مسیح موعود زمین کے کناروں تک پہنچنے کے معجزانہ نظارے
- کچن گارڈننگ

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی، مسیح موعود و مہدی معہودؑ

دربارِ خلافت

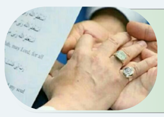

جب مبارک موعود آئے گا تو تخت نشین کیا جائے گا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات اور روایات کا جو سلسلہ شروع کیا ہوا ہے، اُس کے مَیں نے مختلف عنوان بنائے تھے، جو بیان ہوتے رہے۔ آج کا خطبہ اس سلسلہ کا آخری خطبہ ہو گا۔ ویسے مَیں نے متعلقہ لوگوں کو کہا ہے کہ رجسٹر دوبارہ چیک کر لیں۔ اگر کچھ روایات رہ گئی ہوئیں تو پھر کسی وقت بیان ہو جائیں گی۔

یہ حُسنِ اتفاق ہے کہ یہ خطبات فروری کے مہینہ میں ختم ہو رہے ہیں اور جن روایات پر ختم ہو رہے ہیں اُن کا تعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ ایک دو روایات مَیں نے گزشتہ خطبہ میں بیان کر دی تھیں اور آج تقریباً ساری ہی وہ روایات ہیں یا رؤیا ہیں، جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق ہیں۔ پانچ دن کے بعد یومِ مصلح موعود بھی منایا جائے گا۔ 20/فروری کو جماعت میں منایا جاتا ہے۔ یہ اس لئے نہیں کہ مصلح موعود کی پیدائش تھی بلکہ اس لئے کہ 20/فروری کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصلح موعود کی جو پیشگوئی فرمائی تھی، یہ اُس کا دن ہے اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دلیل ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش تو 20/فروری کی نہیں تھی۔

بہرحال یہ جو روایات مَیں بیان کرنے لگا ہوں ان میں حضرت مصلح موعودؓ کی خلافت کے بارے میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے تسلیاں دلوائیں۔ جو لوگ پہلے غیر مبائعین میں شامل ہوئے تھے اُن کی پھر اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی اور وہ دوبارہ بیعت میں آ گئے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنا زمانہ گزارا ہے تو وہ بڑی سختیوں اور پریشانی کا دَور تھا۔ شروع میں انتخابِ خلافت کے وقت جو فتنہ اُٹھا، اس میں جو بڑے بڑے علماء کہلاتے تھے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے قریبی بھی تھے وہ جماعت سے علیحدہ ہو گئے، خزانہ لے کے چلے گئے اور پھر مختلف وقتوں میں اندرونی اور بیرونی فتنے بھی اُٹھتے رہے۔ لیکن ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی مدد آپ کے شاملِ حال رہی۔ یہ اولوالعزم ہر فتنہ اور ہر سختی کا بڑا مردانہ وار مقابلہ کرتا رہا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ آخر وہی جماعت ترقی کرتی رہی جس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تائید تھی اور جو خلافت کے ساتھ وابستہ تھے۔ اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ کس طرح ترقی کر رہی ہے۔

آج کی جو روایات ہیں، اب مَیں بیان کرتا ہوں۔ حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ فرماتے ہیں۔ انہوں نے 1894ء میں بیعت کی تھی۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے رؤیا میں حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں دیکھا تھا جو حضرت محمود کی خلافت کے متعلق تھا۔ جب حضرت خلیفہ اوّلؓ کو چوٹ لگی اور آپ کو ماشرہ کی تکلیف ہوئی۔ (یہ بیماری ہے خون کے دباؤ میں یا جسم میں کسی وجہ سے سوجن وغیرہ ہو جاتی ہے اور پیٹ کی بھی خرابی ہوتی ہے) بہر حال کہتے ہیں آپ کو ماشرہ کی تکلیف ہوئی تو مَیں نے حضرت محمودؓ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یہ اقرار کیا تھا کہ مَیں آپ کا پہلا غلام ہوں۔ تو مجھے آپ نے فرمایا کہ سمجھ میں نہیں آیا۔ تو جناب شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی نے بتلایا کہ ان کو بذریعہ رؤیا اور الہام کے یہ بتلایا گیا ہے کہ ہم نے محمود کو خلیفہ بنا دیا ہے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 6 صفحہ 75-76 از روایات حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ)

حضرت امیر محمد خان صاحبؓ۔ پچھلی روایتوں میں بھی ان کی روایتیں، امیر خان صاحب کے نام سے پڑھتا رہا ہوں۔ ان کے کسی عزیز نے مجھے لکھا کہ ان کا نام امیر محمد خان تھا۔ تو بہرحال روایت میں لکھنے والے نے تو شروع میں امیر خان ہی لکھا ہے لیکن آگے روایتوں میں ان کے ایک خط کا ذکر آتا ہے اُس سے پتہ لگتا ہے کہ اصل نام ان کا امیر محمد خان ہی ہے۔ بہرحال انہوں نے 1903ء میں بیعت کی تھی۔ کہتے ہیں کہ 23/ نومبر 1913ء کو مَیں نے خواب کے اندر ایک سرس کا درخت دیکھا جس کے ساتھ کچھ بڑی بڑی خشک پھلیاں لٹک رہی تھیں جس کی کھڑ کھڑاہٹ سے اس قدر شور پڑ رہا تھا کہ کسی کو آواز بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔ تب اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی جس سے وہ تمام سوکھی ہوئی پھلیاں جھڑ گئیں۔ اس پر حضرت اولوالعزم نے فرمایا (یعنی حضرت مصلح موعود نے خواب میں ہی فرمایا) کہ شیطان کا گھر اُجڑ گیا، برباد ہو گیا۔ اب زمین سے سبزہ اُگے گا اور غلبہ پیدا ہو گا اور میوے لگیں گے۔ اس پر بعض اشخاص نے ان خشک پھلیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ آپ نے ان کو شیطان کا گھر کیوں کہا ہے؟ اس کے جواب میں حضرت اولوالعزم نے فرمایا کہ انہیں مَیں نے شیطان کا گھر نہیں کہا، انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی شیطان کا گھر ہی کہا ہے۔ اس کے بعد مَیں نے حکیم محمد عمر صاحب کو بڑی بلند آواز کے ساتھ (یہ خواب کا ذکر کر رہے ہیں، خواب میں ہی) حضرت صاحب کی پیشگوئیاں لوگوں کو سناتے دیکھا جو کہ پوری ہو چکی تھیں اور جن کو آئندہ کی پیشگوئی کی صداقت میں بطور دلیل کے پیش کر رہے تھے۔ جن کے سننے سے سامعین کے دلوں میں ایک سکینت اور سرور پیدا ہو رہا تھا۔ کہتے ہیں سو الحمد للہ! یہ خواب تقررِ خلافتِ ثانیہ کے وقت ہو بہو پورا ہوا اور مولوی محمد علی صاحب مع اپنے رفقاء کے، جنہوں نے خلافت کے خلاف شور برپا کر رکھا تھا، جماعت سے الگ ہو گئے بلکہ قادیان سے بھی نکل گئے۔ جن کے نکلنے کے بعد احمدیت خلافتِ ثانیہ کے ذریعہ چار دانگِ عالم میں پھیل گئی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 6 صفحہ 147-148 از روایات حضرت امیر محمد خان صاحبؓ)

حضرت امیر محمد خان صاحبؓ ہی بیان فرماتے ہیں کہ 24/ فروری 1912ء بدھ وار کی رات خواب کے اندر مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ (یہ جس خواب کا ذکر کر رہے ہیں، یہ حضرت خلیفہ اوّل کی زندگی کی خواب ہے) کہ جب مبارک موعود آئے گا تو تخت نشین کیا جائے گا۔ اس سے مراد ہم تو جارج پنجم کی تخت نشینی لیتے تھے لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ مبارک موعود سے مراد صاحبزادہ میاں محمود احمد ہیں اور تخت نشینی سے مراد آپ کی خلافت ہے۔ پھر خیال ہوا کہ آپ کی خلافت کے وقت تو دنیا میں کوئی زبردست زمینی یا آسمانی نشان ظاہر ہونا چاہئے تھے۔ تب تفہیم ہوئی کہ نشان بھی پورا ہو جائے گا۔ صاحبزادہ صاحب کی خلافت کے ذکر سے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرہ بشاش ہو رہا تھا اور مَیں بھی خوش ہو رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ مَیں تو مبارک موعود کا ظہور کسی دُور کے زمانے میں سمجھتا تھا لیکن خدا کا شکر ہے کہ یہ خوش وقت بھی میری زندگی میں ہی مجھے نصیب ہوا۔ پھر خواب کے اندر خیال پیدا ہوا کہ خلیفہ تو حضرت مولوی صاحب ہیں، میاں صاحب کس طرح خلیفہ ہو گئے۔ تب تفہیم ہوئی کہ خلیفہ اوّل نے تو بہت بوڑھے ہونا نہیں کیونکہ خدا کے پیارے ارزل عمر کو نہیں پہنچتے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ۔ غیر مطبوعہ جلد نمبر 6 صفحہ 142-143 از روایات حضرت امیر محمد خان صاحبؓ)

بعض لوگ موعود کا سوال اُٹھا دیتے ہیں تو ان کو اُس زمانے میں بھی خواب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا۔

(خطبہ جمعہ 15/ فروری 2013ء)

علامات المقربین

(کلام حضرت مسیح موعودؑ)

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار

اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 434-435)

اداریہ

’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا‘‘

الفضل آن لائن کے یوم مسیح موعود نمبر 2022ء کا شاہکار موضوع

ادارہ روزنامہ الفضل کا آغاز سے ہی یہ طرّہ امتیاز رہا ہے کہ ہر اہم جماعتی دن کی یاد میں وہ خصوصی نمبر شائع کرتا چلا آرہا ہے، جس میں اس دن کی مناسبت سے مضامین، نثر و نظم میں شاہکار متبرک تحریرات اور بہت کچھ، بس یہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ علم و معرفت کی روحانی، اخلاقی نہر جاری ہوتی ہے، جو پیاسوں کی آبیاری کرتی اور ان کی پیاس بجھاتی ہے۔ جیسے یوم میلاد النبیؐ کے موقع پر خاتم النبیین ﷺ یا سیرت رسولؐ نمبر، 23مارچ کی مناسبت سے مسیح موعودؑ نمبر جس میں آپؑ کے پیغام و تعلیمات کی اشاعت و ترویج پر باتیں ہوتی ہیں، 20فروری کو یوم مصلح موعودؓ نمبر، اس خصوصی شمارے میں ملت کے فدائی پر خدا کی رحمتوں کا ذکر ہوتا ہے اور 27مئی کو خلافت احمدیہ نمبر، اس اہم نمبر میں خلافت کی برکات، اس دور میں اس نعمت کی اہمیت اور افادیت کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔

یہی مبارک طریق 2019ء سے روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے شماروں کی شان بڑھاتا آرہا ہے، کیونکہ خلافت خامسہ کے اس ترقی یافتہ دور میں روزنامہ الفضل، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارشوں کے نتیجہ میں اپنی ترقی اور ترویج کی منازل طے کرتا ہوا ڈیجیٹل سسٹم میں داخل ہو کر آن لائن کی صورت میں جاری ہوا ہے۔ امسال ادارہ الفضل آن لائن کو 23مارچ 2022ء کو سالار احمدیت حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس نصّرہم اللہ تعالیٰ نصراً عزیزاً کی پیشگی اجازت و دُعا سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام ’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا‘‘ کے عنوان پر تاریخی نمبر نکالنے کی توفیق مل رہی ہے۔ الحمد لله علیٰ ذالك

مذکورہ بالا نمبرز کے تفصیلی مواد پر مشتمل ضخیم شمارہ کو بعض اوقات مکمل مطالعہ کرنے میں دقت کی وجہ سے قارئین کی سہولت کی خاطر کچھ عرصہ سے خصوصی نمبرز کو پورا ہفتہ یعنی 6دنوں پر مضامین کو پھیلا دیا جاتا ہے۔ جس سے قارئین کرام کو روزانہ خصوصی موضوع کا شمارہ پڑھنا سہل ہو جاتا ہے۔ اس طرح دلچسپی میں اضافہ اور الفضل کو پڑھنے کی تعداد بھی خاطر خواہ بڑھ جاتی ہے۔ اگر کسی اہم عنوان پر ایک ہی دن میں 50صفحات کا خصوصی نمبر جاری کریں تو روزنامہ ہونے کی وجہ سے اگلے روز ہی روٹین کا پرچہ آرہا ہوتا ہے۔ گویا ابھی گزشتہ شمارہ پورا پڑھا نہیں اور اگلا سبق تیار ہو جاتا ہے۔ اس لئے ادارہ ہذا کے فیصلہ کے مطابق متعلقہ موضوع کے مواد کو 6دنوں میں ہی پھیلا دیا جاتا ہے۔ زیر نظر موضوع کے موصولہ مواد کو مؤرخہ 21مارچ تا 26 مارچ پر ad just کیا جارہا ہے جو ’’یوم مسیح موعود نمبر 2022ء‘‘ کہلائے گا۔ ان شاء اللہ۔ انتظامی لحاظ سے ایسا کرنا قدرے مشکل تو ضرور ہے لیکن اپنے معزز قارئین کی آسانی، سہولت اور افادہ حاصل کرنے کی تعداد میں اضافہ کا سوچا جائے تو کوفت اور مشکل بھی بھاری نہیں لگتی۔

ہمارے ایک مستقل قاری اور روزنامہ الفضل ربوہ کے سابقہ ایڈیٹر مکرم عبد السمیع خان، حال استاد جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا نے اس سلسلہ میں اپنے ایک مضمون میں ’’زمین کے کناروں‘‘ کی تشریح کی ہے۔ ان کے اس ذوقی نکتے کو پورا کرتے ہوئے ہم اس خصوصی نمبر میں 29مضامین شامل کر رہے ہیں جن میں 24ممالک کا محل وقوع، حدود اربعہ اور ان میں جماعت احمدیہ کا نفوذ اور برق رفتار ترقیات، 70سے زائد صفحات پر مشتمل، تاریخ کے آئینہ میں پیش کی جارہی ہیں۔ اس تعریف (جو ذیل میں دی جارہی ہے) کے مطابق 80سے زائد ممالک، جزائر اور علاقوں کی فہرست تیار ہوئی ہے۔ ان 24کے علاوہ دیگر پر کام جاری ہے جس کو آئندہ کسی وقت قسط نمبر 2 کے لبادہ میں ہدیہ قارئین کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔ اس کی کامیاب تکمیل کے لئے قارئین کرام سے دُعا کی درخواست ہے۔

اس وقت ہم مضمون نگاروں کے مضامین میں سے کچھ خلاصہ ہی یہاں شامل کریں گے۔ تاکہ قارئین کا مزا برقرار رہے، اور اس خصوصی نمبر کے انتظار میں ان کو لطف محسوس ہو۔

دنیا کے کناروں کی تشریح

’’زمین کے کناروں‘‘ کی تعریف کرتے ہوئے مکرم عبد السمیع خان تحریر کرتے ہیں۔

1. زمین تو عرف عام میں گول ہے، اور گول چیز کا کوئی کنارہ نہیں ہوتا۔ اس لئے اس الہام میں دنیا کے کناروں سے مراد زمین پر موجود ہر جگہ ہوسکتی ہے یعنی زمین کے چپے چپے پر تیری تبلیغ پہنچے گی۔
2. وہ معروف مقامات جنہیں دنیا کا کنارہ کہا جاتا ہے جہاں آبادیاں ختم ہو جاتی ہیں اور سمندروں کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔
3. ناروے کے شہر شون کے شمال میں ایک مقام End of the world کہلاتا ہے۔
4. قطب شمالی کے قریب واقع ملک فن لینڈ کو دنیا کا آخری سرا کہا جاتا ہے۔ اسی طرح امریکہ، روس، اور کینیڈا کے شمالی علاقوں کو بھی آخری کنارہ کہا جاتا ہے۔ نیز قطب جنوبی اور براعظم انٹارکٹکا کو بھی دنیا کا آخری کنارہ سمجھا جاتا ہے۔ وہاں صرف چند سائنس دان رہتے ہیں جو سائنسی تحقیقات کرتے ہیں۔
5. فجی جہاں سے ڈیٹ لائن گزرتی ہے اور دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے، اسے بھی کنارہ کہا جاتا ہے۔
6. کہتے ہیں کہ دنیا میں سب سے پہلے سورج جاپان میں طلوع ہوتا ہے۔
7. بحرالکاہل میں موجود ریاست ساموا نے دسمبر 2021ء میں اپنے معیاری وقت کو تبدیل کر دیا ہے اور اس طرح اس ریاست میں دنیا سب سے پہلے سورج طلوع ہوتا دیکھتی ہے۔
8. اگر آپ نقشے پر شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک نظر دوڑائیں تو جتنے ممالک اور خطے ساحل سمندر پر موجود ہیں وہ سب زمین کے کنارے کہلا سکتے ہیں۔ ان کی بھاری اکثریت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچ چکا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ چند جزائر ایسے ہوں جو ابھی اس نور سے منور نہیں ہوئے، کوئی بعید نہیں کہ چند سالوں میں وہاں بھی حضرت اقدس علیہ السلام کا پیغام پہنچ جائے۔

* حضرت مسیح موعودؑ کو جب اوائل 1898ء میں اس عظیم پیشگوئی پر مشتمل الہام ہوا تو ایڈیٹر الحکم حضرت مولانا شیخ یعقوب علی عرفانیؓ نے اپنے اخبار یعنی الحکم قادیان جلد 2 شمارہ نمبر 5۔6موخہ 27 مارچ و 2۔ اپریل 1898ء صفحہ 13 میں تحریر فرمایا کہ:

’’میں دیکھتا ہوں کہ اس مقدس الہام کے پورا ہونے کی بہت سی صورتیں نکلتی آتی ہیں۔‘‘

ان کا یہ تحریری نوٹ تذکرہ، ایڈیشن 2004ء کے صفحہ 260میں شامل ہے۔

یہ صورتیں جن کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچا۔ ان میں صحابہ کرامؓ، مبلغین کرام، لٹریچر، قرآن کریم کی اشاعت، مساجد کے قیام، مرکزی نمائندوں کے دورہ جات کے علاوہ مواصلاتی ذرائع بشمول ریڈیوز، ٹی وی اسٹیشنز بالخصوص ایم ٹی اے کی نشریات ہیں جن نشریات میں خلفائے کرام کے خطبات و خطابات بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے زمین کے کناروں تک اسلام و احمدیت کا پیغام پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے، تاریخ احمدیت ہمیں بتلاتی ہے کہ آج سے 100 سال قبل دنیا کے مختلف کناروں جیسے برطانیہ، سیرالیون اور امریکہ تک احمدیت کا پیغام قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ، لٹریچر اور چند کتب کے ذریعہ پہنچا تھا۔

جہاں تک ذرائع رسل و رسائل اور جرائد و اخبارات کا تعلق ہے۔ ان میں آج کے اس میڈیا کے تیز ترین دَور میں روزنامہ الفضل آن لائن نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے اور ابھی بھی بڑی شان سے کر رہا ہے۔ دنیا بھر میں پھیلے الفضل آن لائن کے 160سے زائد فعال نمائندگان جب رپورٹس دیتے ہیں بالخصوص دنیا کے ان مخصوص کناروں پر خدمات بجا لانے والے نمائندگان جو عالمی سطح پر بھی زمین کے کنارے مانے جاتے ہیں اور ان میں سے Dateline بھی گزرتی ہے وہ روزنامہ الفضل کے حوالہ سے جب رپورٹس بھجواتے ہیں تو دل خدا کی حمد کے ترانے گاتا اور عش عش کر اٹھتا ہے اور اس لمحے آستانہ الوہیت پر سجدہ ریز ہونے کو دل کرتا ہے کہ 9ہزار کی تعداد میں چھپنے والے اخبار کو پاکستان میں چند نام نہاد ملاؤں نے حکومتی سرپرستی اور آشیر باد سے بند کرنے کوشش کی۔ آج وہ اس تعداد کے مقابل پر پچیس سے تیس گنا زائد تعداد میں دنیا کے کونوں فجی، طوالو، کیری بتی، سموا، مارشل آئی لینڈ، مالوٹ، ناروے، ماریشس، پُرتگال، نیوزی لینڈ، ساوتموے، گوادالوپ، امریکہ، کینیڈا، بعض لاطینی امریکہ کی جنوبی ریاستیں، بعض رشین ریاستیں، فن لینڈ، مڈغاسکر، مالٹا اور Microneshia آئی لینڈ وغیرہ میں جب الفضل روزانہ لانچ کرتا ہے تو ہمارے مبلغین کرام بعض جزائر میں فجر کی نماز کے بعد اسپیکرز میں الفضل کا پہلا صفحہ (جس میں قرآن کریم، حدیث، ارشاد مسیح موعودؑ اور فرمان خلیفہ وقت ایک ہی موضوع پر ہوتے ہیں) کا لوکل زبانوں میں ترجمہ کر کے سناتے ہیں تو دنیا کے کونوں کونوں میں الفضل آن لائن، اسلام و احمدیت کے پیغام پہنچانے کا ذریعہ بن رہا ہوتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔ جس کی وجہ سے فضا الفضل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو شرح و بسط کے ساتھ پھیلانے سے معطر ہو رہی ہوتی ہے۔ اور بعض مبلغین جب الفضل آن لائن یا اس کے بعض حصوں کا ترجمہ کر کے اپنی ویب سائٹس کو مزین کرتے ہیں، اپنے وٹس ایپ کے اسٹیٹس پر لگاتے ہیں اور بعض انسٹا گرام، فیس بک اور ٹوئٹرز کے ذریعہ اپنے علاقوں میں الفضل کا پرچار اور ترویج کر رہے ہوتے ہیں تو دراصل یہ اعلانِ عام اللہ کے نام کا ہے، یہ تبلیغ سیدنا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ سلم کی تعلیمات کی ہے، یہ اشاعت اللہ کی کتاب قرآن کریم میں بیان احکام الٰہی کی ہے اور یہ پرچار آج اسلام کی حقیقی نمائندہ جماعت احمدیہ کی تعلیمات کا ہے جو درحقیقت اسلام ہی کی حقیقی تعلیمات ہیں۔

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی سرکردگی، ولولہ انگیز قیادت اور

بقیہ صفحہ 16 پر

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 18؍مارچ 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

☆… حضرت ابو بکرؓ نے مانعینِ زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا کہ اگر یہ اونٹ باندھنے کی رسّی بھی نہ دیں گے تو مَیں ان سے جہاد کروں گا

☆… حضرت ابو بکرؓ کی قیادت میں منکرینِ زکوٰۃ کا سدّباب ہوتے ہی اس قدر صدقات مدینہ میں موصول ہوئے جو مسلمانوں کی ضرورت سے بچ گئے

☆… حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ احمدیوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ زکوٰۃ کتنی ضروری ہے اور اس کا باقاعدہ اہتمام کرنا چاہیے

☆… حضور انور نے فرمایا: دنیا کے حالات کے لیے دعائیں کرتے رہیں ان میں کمی نہ کریں۔ خاص طور پر یہ دعا کریں کہ دنیا اپنے پیدا کرنے والے کو پہچاننے لگ جائے

☆… محترم مولانا مبارک نذیر صاحب سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ و مبلغ انچارج کینیڈا کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 18؍مارچ 2022ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت فیروز عالم صاحب کے حصے میں آئی۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حالات زندگی کے ذکر میں مانعینِ زکوٰۃ کے بارے میں تاریخ طبری میں بیان ہوا ہے کہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے طلیحہ بن خویلد کے ہاتھ پر اکٹھے ہونے والے اسد، غطفان اور طے قبائل جبکہ فزارہ، ثعلبہ بن سعد، مرہ، عبس، بنو کنانہ، ذوالقصہ، لیث، دیل اور مدلج قبائل کے وفود مدینہ آئے اور حضرت عباسؓ کے علاوہ دیگر عمائدین مدینہ کے ہاں فروکش ہوئے۔ پھر وہ ان کا ایک وفد بنا کر حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں اس شرط پر لے کر گئے کہ وہ نماز پڑھتے رہیں گے مگر زکوٰۃ نہ دیں گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ اونٹ باندھنے کی رسّی بھی نہ دیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔ ان وفود نے جب آپؓ کا عزم دیکھا تو مدینہ سے واپس ہوگئے۔

ایک سیرت نگار لکھتے ہیں کہ مدینہ سے جاتے وقت دو باتیں ان وفود کے ذہن میں تھیں۔ نمبر ایک یہ کہ منع زکوٰۃ کے سلسلہ میں خلیفہ کی اپنی رائے اور عزم سے پیچھے ہٹنے کی کوئی امید نہیں۔ نمبر دو۔ اُن کا زعم تھا کہ مسلمانوں کی کمزوری اور قلت تعداد کو غنیمت جانتے ہوئے مدینہ پر ایسا زور دار حملہ کیا جائے جس سے اسلامی حکومت گر جائے۔ حضرت ابو بکرؓ بھی غافل نہ تھے۔ انہوں نے مدینہ کے تمام ناکوں پر باقاعدہ پہرے متعین کر دیے۔ صرف تین راتیں گزری تھیں کہ منکرین زکوٰۃ نے رات ہوتے ہی مدینہ پر حملہ کر دیا لیکن مسلمانوں نے دشمن کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ مدینہ سے چالیس میل کے فاصلے پر ذو القصہ مقام پر موجود حملہ آوروں کے ساتھی اُن کی مدد کو آئے۔ اس دوران حضرت ابو بکرؓ بھی اپنی فوج کی تیاری میں مصروف رہے۔ رات کے پچھلے پہر شدید لڑائی ہوئی اور صبح ہونے سے پہلے ہی منکرین نے شکست کھا کر راہِ فرار اختیار کی۔ یہ پہلی فتح تھی جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دی۔ ایک مصنف اس جنگ کو غزوہ بدر سے مشابہت دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس موقع پر ابو بکرؓ نے ایمان و یقین اور عزم و ثبات کا جو مظاہرہ کیا اس سے مسلمانوں کے دل میں عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی یاد تازہ ہوگئی۔ جس طرح جنگ بدر دُوررَس نتائج کی حامل تھی اسی طرح اس جنگ میں بھی مسلمانوں کی فتح نے اسلام کے مستقبل پر گہرا اثر ڈالا۔

بنو ذبیان، بنوعبس اور دیگر قبائل نے اس شکست کی وجہ سے غیض وغضب میں آ کر اپنے ہاں موجود مسلمانوں پر اچانک حملہ کر کے ان کو نہایت بے دردی سے طرح طرح کے عذاب دے کر شہید کر ڈالا۔ ان مظالم کی اطلاع پر حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھائی کہ ہر قبیلے میں سے مسلمانوں کے قاتلوں کو بدلہ میں قتل کریں گے۔ حضرت ابو بکرؓ کی قیادت میں منکرین زکوٰۃ کے حملوں کا سدّباب ہوتے ہی دیگر متذبذب قبائل یکے بعد دیگرے اپنی زکوٰۃ لے کر مدینہ کی طرف آنے لگے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ اس زمانے میں اس قدر صدقات مدینہ میں موصول ہوئے جو مسلمانوں کی ضرورت سے بچ گئے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے تقویٰ کے مدارج بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ احمدیوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ زکوٰۃ کتنی ضروری ہے اور اس کا باقاعدہ اہتمام کرنا چاہیے۔ خدا تعالیٰ نے نماز کے بعد اس کا حکم دیا ہے۔ منصب خلافت کے ضمن میں ایک جگہ آپؓ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ پر جب زکوٰۃ کے متعلق اعتراض ہوا کہ یہ حکم تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تھا۔ جسے لینے کا حکم ہوا تھا وہ فوت ہوگیا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے مگر شریعت تو قائم ہے اور اب خلیفہ مخاطب ہے۔ پس اسی کا ہم آہنگ ہو کر میں کہتا ہوں کہ آج میں مخاطب ہوں اور یہی اصول ہمیشہ خلافت کے ساتھ رہے گا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تاریخوں میں آتا ہے کہ صرف تین جگہیں ایسی رہ گئی تھیں جہاں مسجدوں میں باجماعت نماز ہوتی تھی۔ ملک کے اکثر لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اور وہ کہتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا کیا حق ہے کہ وہ ہم سے زکوٰۃ مانگے۔ زکوٰۃ کے مسئلہ کے اختلاف کی وجہ سے عرب کے ہزاروں لوگ مرتد ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ کو اطلاع پہنچی کہ مسیلمہ ایک لاکھ کی فوج لے کر حملہ آور ہو رہا ہے اُس وقت بعض صحابہ نے حضرت ابو بکرؓ کو مشورہ دیا کہ حالات کا تقاضا یہی ہے کہ آپؓ زکوٰۃ کا مطالبہ نہ کریں اور ان لوگوں سے صلح کر لیں لیکن حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا جب تک میں ان لوگوں کو زکوٰۃ دینے کا قائل نہ کر لوں گا ان سے کبھی صلح نہ کروں گا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: پس حقیقی ایمان کی یہی علامت ہوا کرتی ہے اور یہی ایمان اگر ہم میں ہو گا تو ہم دنیا میں اسلام کا حقیقی پیغام پہنچا سکیں گے اور ان شاءاللہ کامیاب ہوں گے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ اصل حقیقت یہی ہے کہ جس طرح نماز روزہ کے احکام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک ختم نہیں ہو گئے اسی طرح قومی یا ملکی نظام سے تعلق رکھنے والے احکام بھی آپؐ کی وفات کے ساتھ ختم نہیں ہو گئے اور نماز باجماعت کی طرح اِن احکام کے متعلق بھی ضروری ہے کہ ہمیشہ مسلمانوں میں آپؐ کے نائبین کے ذریعہ ان پر عمل ہوتا رہے۔

پھر ایک موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں یکدم تمام عرب مرتد ہو گیا صرف مکہ، مدینہ اور ایک چھوٹا سا قصبہ رہ گئے۔ باقی تمام مقامات کے لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور وہ لشکر لے کر مقابلہ کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ بعض جگہ تو ان کے پاس ایک ایک لاکھ کا بھی لشکر تھا۔ مگر اِدھر صرف دس ہزار کا ایک لشکر تھا جسے اپنی وفات کے قریب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہؓ کی سربراہی میں رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار کیا تھا۔ باقی لوگ جو رہ گئے تھے وہ کمزور، بڈھے اور گنتی کے چند نوجوان تھے۔ یہ حالات دیکھ کر اکابر صحابہ کے ایک وفد نے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ بغاوت فرو ہونے تک اس لشکر کو روک لیا جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے نہایت غصہ کی حالت میں فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابو قحافہ کا بیٹا سب سے پہلا کام یہ کرے کہ جس لشکر کو روانہ کرنے کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا اُسے روک لے۔ آپؓ نے کہا میں اِس لشکر کو ضرور روانہ کروں گا۔ اگر تم دشمن کی فوجوں سے ڈرتے ہو تو بے شک میرا ساتھ چھوڑ دو۔ میں اکیلا تمام دشمن کا مقابلہ کروں گا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا کی صداقت کا بڑا ثبوت ہے۔ یعنی وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ یعنی خلافت پہ قائم ہونے والے یا خلافت کے ساتھ رہنے والے۔ اور یہ وہ حالت ہے جو خلافت کے نظام کے ساتھ جاری ہے اور جاری رہے گی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے فیصلہ کے زبردست نتائج پیدا ہونے کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے صحابہ کی مرضی کے خلاف حضرت اُسامہ بن زیدؓ کے لشکر کو روانہ کر دیا جو چالیس دن بعد فاتحانہ شان سے مدینہ واپس آیا اور خدا کی نصرت اور فتح کو نازل ہوتے سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے جھوٹے مدعیان کے فتنہ کو کچل کر رکھ دیا اور یہ فتنہ بالکل ملیا میٹ ہو گیا۔ بعد ازاں یہی حال مرتدین کا ہوا۔ پھر اختلاف کرنے والے صحابہ کو جو کہتے تھے کہ توحید اور رسالت کا اقرار کرنے والے منکرین زکوٰۃ پر کس طرح سے تلوار اٹھائی جا سکتی ہے حضرت ابو بکرؓ نے نہایت جرأت سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ اگر آج زکوٰۃ نہ دینے کی اجازت دے دی تو آہستہ آہستہ لوگ نماز روزے کو بھی چھوڑ بیٹھیں گے اور اسلام محض نام کا رہ جائے گا۔ الغرض ایسے حالات میں حضرت ابو بکرؓ نے منکرین زکوٰۃ کا مقابلہ کیا اور انجام یہی تھا کہ اس میدان میں بھی آپؓ کو فتح اور نصرت حاصل ہوئی اور اور تمام بگڑے ہوئے لوگ راہِ حق کی طرف لوٹ آئے۔

حضور انور نے فرمایا کہ ابھی یہ سلسلہ چل رہا ہے ان شاءاللہ آئندہ ذکر کروں گا۔

حضور انور نے بعد ازاں ایک دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کل دنیا کے حالات کے لیے دعائیں کرتے رہیں ان میں کمی نہ کریں۔ خاص طور پر یہ دعا کریں کہ دنیا اپنے پیدا کرنے والے کو پہچاننے لگ جائے۔ یہی ایک حل ہے دنیا کو تباہی سے بچانے کا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ہماری دعائیں بھی قبول فرمائے۔

حضور انور نے آخر میں مکرم و محترم مولانا مبارک نذیر صاحب سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ و مبلغ انچارج کینیڈا کی وفات پر ان کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے ان کی جماعتی خدمات کا بھی تفصیلی تذکرہ فرمایا اور بعد نماز جمعہ ان کا نماز جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان بھی فرمایا۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 25؍فروری 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

”بخدا اللہ تعالیٰ تجھ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ تیری موت سے دنیا کو وہ نقصان پہنچا ہے جو کسی نبی کی موت سے نہیں پہنچا تھا۔
تیری ذات صفت سے بالا ہے اور تیری شان وہ ہے کہ کوئی ماتم تیری جدائی کے صدمے کو کم نہیں کر سکتا۔ اگر تیری موت کا روکنا ہماری طاقت میں ہوتا
تو ہم سب اپنی جانیں دے کر تیری موت کو روک دیتے۔“ (آنحضورؐ کی وفات پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پاکیزہ ردِّ عمل)

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد صدیقِ اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ

دنیا کے موجودہ حالات میں احمدیوں کو دعاؤں کی تحریک
خدا کرے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کو پہچاننے والے ہوں اور اپنی دنیاوی خواہشات کی تسکین کے لیے انسانوں کی جانوں سے نہ کھیلیں

محترم خوشی محمد صاحب شاکر مربی سلسلہ کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا اس میں

حجۃ الوداع

کے موقع پر اس طرح درج ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لیے دس ہجری جمعرات کے دن جبکہ ذیقعدہ کے چھ دن باقی تھے روانہ ہوئے۔ ایک قول کے مطابق آپؐ ہفتہ کے دن روانہ ہوئے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد ۳ صفحہ ۳۶۱ باب حجۃ الوداع۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

بہرحال اس میں ایک روایت آتی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! میرے پاس ایک اونٹ ہے ہم اس پر اپنا زادِ راہ لاد لیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسا ہی کر لو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ دونوں کے سامان کے لیے ایک ہی اونٹ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آٹے اور کچھ ستو کا زادِ راہ بنوایا اور حضرت ابوبکرؓ کے اونٹ پر رکھ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اسے اپنے غلام کے سپرد کر دیا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لیے نکلے۔ جب ہم عَرْج مقام پر تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے اور ہم بھی اترے تو عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پہلو میں بیٹھ گئیں اور میں اپنے والد کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کا سامان اکٹھا ایک اونٹ پر تھا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے جو حضرت ابوبکرؓ کے غلام کے پاس تھا۔ حضرت ابوبکرؓ انتظار کرنے لگے کہ وہ آ جائے۔ وہ غلام آ گیا مگر اس کا اونٹ اس کے ساتھ نہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا تمہارا اونٹ کہاں ہے۔ اس نے کہا گذشتہ رات سے میں اسے گم کر چکا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ ایک ہی اونٹ تھا وہ بھی تم نے گم کر دیا تو حضرت ابوبکرؓ اسے مارنے کے لیے اٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرما رہے تھے اور فرمانے لگے اس مُحْرِمْ کو دیکھو یہ کیا کر رہا ہے؟ اِبنِ اَبِی رِزْمَہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زائد نہیں کہا کہ اس مُحْرِمْ کو دیکھو کیا کرنے لگا ہے اور آپؐ تبسم فرمانے لگے۔

(ماخوذ از سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۷ صفحہ ۱۲-۱۳ فی حسن خلقہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۳ء)
(ماخوذ از سنن ابوداؤد کتاب المناسک باب المحرم یؤدب غلامہ حدیث ۱۸۱۸)

بہرحال جب بعض صحابہ کو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زادِ راہ گم ہو گیا ہے تو وہ حِیْس لے کر آئے۔ حِیْس ایک عمدہ حلوہ ہے جو کھجور اور آٹے اور مکھن سے تیار کیا جاتا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ جو اپنے غلام پر غصہ کر رہے تھے ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! نرمی اختیار کرو۔ یہ معاملہ نہ تمہارے اختیار میں ہے اور نہ ہمارے۔ اس غلام کی کوشش تو یقیناً یہی رہی ہو گی کہ اونٹ گم نہ ہو لیکن گم ہو گیا۔ بہرحال آپؐ نے فرمایا کہ یہ لو، یہ ہمارے لیے ایک پاکیزہ غذا آ گئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بھیجی ہے اور اس غلام کے ساتھ ہمارا جو کھانا تھا یہ اس کا بدل ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی وہ کھانا کھایا اور ان لوگوں نے بھی کھایا جو ان دونوں کے ساتھ کھایا کرتے تھے یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت صَفْوَان بن مُعَطَّلؓ پہنچے۔ ان کی ذمہ داری قافلے کے پیچھے چلنے کی تھی۔ ان کے سپرد یہی کام تھا جیسا کہ افک کے واقعہ میں بھی بیان ہو چکا ہے کہ پیچھے سے دیکھتے تھے کوئی چیز رہ تو نہیں گئی۔ حضرت صَفْوَانؓ آئے تو اونٹ ان کے ساتھ تھا اور اس پر زادِ راہ بھی موجود تھا۔ انہوں نے اونٹ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑاؤ کے دروازے پر لا کر بٹھایا۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے فرمایا۔ دیکھو تمہارے سامان میں سے کچھ گُم تو نہیں ہوا؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا سوائے ایک پیالے کے جس میں ہم پانی پیا کرتے تھے کوئی چیز گُم نہیں ہوئی۔ اسی وقت غلام نے کہا کہ وہ پیالہ میرے پاس پہلے ہی موجود ہے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد ۳ صفحہ ۳۶۵ باب حجۃ الوداع۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)
(فرہنگ سیرت صفحہ 110 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لیے نکلے اور آپؓ کے ساتھ آپؓ کی اہلیہ اسماء بنت عُمَیْس رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ پس جب وہ لوگ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو وہاں اسماء کے ہاں محمد بن ابوبکر کی پیدائش ہوئی۔ ذُوالْحُلَیْفَہ مدینہ سے چھ سات میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔ بہرحال حضرت ابوبکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی کہ اس طرح پیدائش ہوئی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو ارشاد فرمایا کہ اسماء کو کہیں کہ غسل کر لیں۔ پھر حج کا احرام باندھ لیں اور سب کام کریں جو دوسرے لوگ یعنی حاجی کرتے ہیں سوائے اس کے کہ وہ بیت اللہ کا طواف نہ کریں۔

(سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب الغسل للإهلال حدیث ۲۶۶۴)
(معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۳۳۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وادی عُسْفَان سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا اے ابوبکر! یہ کون سی وادی ہے؟ ابوبکرؓ نے جواب دیا یہ وادیٔ عُسْفَان ہے۔ آپؐ نے فرمایا

یہاں سے حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ دو سرخ اونٹوں پر سوار جن کی مہار کھجور کی چھال کی تھی چوغہ پہنے ہوئے اور اوپر سفید اور کالی نقش دار چادر اوڑھے ہوئے تلبیہ کہتے ہوئے بیت العتیق کے حج کے لیے گزرے تھے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد۸ صفحہ۴۶۱۔ فی سیاق حجة الوداع۔ دارالکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۳ء)

حجة الوداع کے سفر میں جن لوگوں کے ساتھ قربانی کے جانور تھے ان میں حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی شامل تھے۔

(السیرة الحلبیة جلد ۳ صفحہ۳۶۹ باب حجة الوداع۔ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۲ء)

حضرت ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجة الوداع میں دیکھا کہ سُہَیل بن عَمرو ذبح کرنے کی جگہ پر کھڑے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس کو ذبح کیا۔ پھر سر مونڈنے والے کو بلایا اور اپنے بال منڈوائے۔ کہتے ہیں کہ

میں نے سُہَیل کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک اپنی آنکھوں سے لگا رہا تھا۔ کہتے ہیں اس وقت مجھے یاد آ گیا کہ یہی سُہَیل صلح حدیبیہ کے وقت آپ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے سے روک رہا تھا جو معاہدے پہ لکھی جانی تھی۔

حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جس نے سُہَیل کو اسلام کی طرف ہدایت دی۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد۵ صفحہ ۶۴ فی غزوة الحدیبیه۔ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۳ء) اور پھر جب ہدایت دی تو پھر اخلاص و وفا میں بے انتہا بڑھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بیماری کے دوران حضرت ابو بکر صدیقؓ کے نمازیں پڑھانے کے بارے میں

آتا ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں فرمایا: ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا میں نے عرض کیا: حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ رونے کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہ سکیں گے۔ اس لیے آپؐ حضرت عمرؓ کو کہیں کہ وہ لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں مَیں نے پھر حضرت حفصہؓ سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؓ کہیں کہ حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہیں سکیں گے۔ اس لیے آپؐ حضرت عمرؓ سے کہیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ حضرت حفصہؓ نے ایسا ہی کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے کہ خاموش رہو۔ تم تو یوسف والی عورتیں ہو۔ ابو بکرؓ سے کہو وہی لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب اھل العلم و الفضل احق بالامامة حدیث۶۷۹)

وفات سے قبل جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے تو حضرت ابو بکرؓ کی غیر موجودگی میں حضرت بلالؓ نے حضرت عمرؓ کو نماز پڑھانے کے لیے کہہ دیا۔ جب حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمرؓ کی آواز پہنچی تو آپؐ نے فرمایا ابو بکرؓ کہاں ہیں؟

اللہ اور مسلمان یہ بات ناپسند کرتے ہیں کہ ابو بکر کے علاوہ کوئی اَور نماز پڑھائے۔

پھر حضرت ابو بکرؓ کو بلایا گیا تو وہ اس وقت پہنچے جب حضرت عمرؓ نماز پڑھا چکے تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے دوران اور آپؐ کی وفات تک حضرت ابو بکرؓ ہی نماز پڑھاتے رہے۔

(ماخوذ از الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد ۳ صفحہ۔ ۹۶، ۹۷ حرف العین، مکتبہ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان ۲۰۰۲ء)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس لیے وہ انہیں نماز پڑھایا کرتے تھے۔ عروہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں کچھ تخفیف محسوس کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر مسجد میں تشریف لائے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ آگے کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کو دیکھا تو پیچھے ہٹے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر ہی رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کے برابر ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے اور لوگ حضرت ابو بکرؓ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب من قام الی جنب الامام لعلة ... حدیث ۶۸۳)

یہ بخاری کی روایت ہے۔ صحیح بخاری میں ہی ایک اَور روایت اس طرح ہے۔ حضرت انس بن مالک انصاریؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری میں جس میں آپؐ کی وفات ہوگئی لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے یہاں تک کہ جب پیر کا دن ہوا اور وہ نماز میں صفوں میں تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ اٹھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دیکھ رہے تھے اور آپؐ کھڑے ہوئے تھے۔ گویا کہ

آپؐ کا چہرہ مبارک قرآن مجید کا ورق تھا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر تبسم فرمایا اور ہمیں خیال ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی وجہ سے ہم خوشی سے آزمائش میں پڑ جائیں گے۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹے تا وہ صف میں مل جائیں اور وہ سمجھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے باہر تشریف لا رہے ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرما کر یہی کہا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ ڈال دیا اور آپؐ اسی دن فوت ہو گئے۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب اھل العلم والفضل احق بالامامة حدیث ۶۸۰)

حضرت مصلح موعودؓ پہلی روایت کے مطابق ایک جگہ بیان فرماتے ہیں کہ ''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بوجہ سخت ضعف کے نماز پڑھانے پر قادر نہ تھے اس لیے آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے نماز پڑھانی شروع کی تو آپؐ نے کچھ آرام محسوس کیا اور نماز کے لیے نکلے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دینے کے بعد جب نماز شروع ہوگئی تو آپؐ نے مرض میں کچھ خفت محسوس کی۔ پس آپؐ نکلے کہ دو آدمی آپؐ کو سہارا دے کر لے جا رہے تھے۔'' کہتی ہیں کہ ''اور اس وقت میری آنکھوں کے سامنے وہ نظارہ ہے کہ شدت درد کی وجہ سے آپؐ کے قدم زمین سے چھوتے جاتے تھے۔ آپؐ کو دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ آئیں۔ اس ارادہ کو معلوم کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔ پھر آپؐ کو وہاں لایا گیا اور آپؐ حضرت ابو بکرؓ کے پاس بیٹھ گئے۔ اس کے بعد رسول کریمؐ نے نماز پڑھنی شروع کی اور حضرت ابو بکرؓ نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی اور باقی لوگ حضرت ابو بکرؓ کی نماز کی اتباع کرنے لگے۔''

(سیرة النبیؐ، انوارالعلوم جلد 1 صفحہ 506-507)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

کے بارے میں ایک جگہ اس طرح عُروہ بن زُبیر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ اس وقت سُنْح میں تھے یعنی سُنْح مضافات میں ایک گاؤں ہے۔ یہ خبر سن کر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو حضرت ابو بکرؓ تو وہاں تھے نہیں حضرت عمرؓ موجود تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! میرے دل میں یہی بات آئی تھی کہ اللہ آپؐ کو ضرور ضرور اٹھائے گا تا بعض آدمیوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ آ گئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور آپؐ کو بوسہ دیا اور کہنے لگے میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ آپؐ زندگی میں بھی اور موت کے وقت بھی پاک وصاف ہیں۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ آپؐ کو کبھی دو موتیں نہیں دکھائے گا۔ یہ کہہ کر حضرت ابو بکرؓ باہر چلے گئے اور کہنے لگے اے قسم کھانے والے! ٹھہر جا۔ یعنی حضرت عمرؓ کو کہا کہ ٹھہر جاؤ۔ جب حضرت ابو بکرؓ بولنے لگے تو حضرت عمرؓ بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حمد و ثنا بیان کی اور کہا۔ أَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔ دیکھو! جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجتا تھا سن لے کہ محمد تو یقیناً فوت ہو گئے ہیں اور جو اللہ کو پوجتا تھا اسے یاد رہے کہ اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اور حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر:31) تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (آل عمران:145) کہ محمد صرف ایک رسول ہیں آپ سے پہلے سب

رسول فوت ہو چکے ہیں تو پھر کیا اگر آپ فوت ہو جائیں یا قتل کیے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو کوئی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز نقصان نہ پہنچا سکے گا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر لوگ اتنا روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب قول النبی ﷺ لوکنت متخذا خلیلا حدیث ۳۶۶۷-۳۶۶۸)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ

اللہ کی قسم! ایسا معلوم ہوا کہ گویا لوگ اس وقت تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے وہ آیت پڑھی جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ نے یہ آیت بھی نازل کی تھی۔

گویا تمام لوگوں نے ان سے یہ آیت سیکھی۔ پھر لوگوں میں سے جس آدمی کو بھی میں نے سنا یہی آیت پڑھ رہا تھا۔ راوی کہتے ہیں۔ سعید بن مُسَیَّب نے مجھے بتایا کہ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم! جونہی میں نے ابوبکر کو یہ آیت پڑھتے سنا میں اس قدر گھبرایا کہ دہشت کے مارے میرے پاؤں مجھے سنبھال نہ سکے اور میں زمین پر گر گیا۔ جب میں نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ آیت پڑھتے سنا تو میں نے جان لیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ و وفاته حدیث ۴۴۵۴)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کے پاس سے گزرے اس حال میں کہ حضرت عمرؓ یہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے اور اس وقت تک فوت نہیں ہوں گے جب تک کہ اللہ منافقوں کو قتل نہ کر دے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ وہ یعنی صحابہ یہ سن کر خوشی کا اظہار کرتے تھے اور اپنے سروں کو اٹھاتے تھے تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ اے شخص! یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو مخاطب کیا اور کہا یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ کیا تُو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمۡ مَّيِّتُوۡنَ (الزمر:31) تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں اور یہ بھی کہ وَمَا جَعَلۡنَا لِبَشَرٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ الۡخُلۡدَ (الانبیاء: 35) اور ہم نے کسی بشر کو تجھ سے پہلے ہمیشگی عطا نہیں کی۔ پھر حضرت ابوبکرؓ منبر پر تشریف لائے اور خطاب کیا۔ بہرحال اس حدیث کی تشریح میں ابوعبد اللہ قرطبی بیان کرتے ہیں کہ اس بات میں

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شجاعت پر بہت بڑی دلیل

ہے کیونکہ شجاعت کی انتہا یہ ہے کہ مصائب کے نازل ہونے کے وقت دل کا ثابت قدم رہنا اور مسلمانوں پہ اس وقت کوئی مصیبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی مصیبت سے بڑھ کر نہ تھی۔ پس اس وقت آپؓ کی شجاعت اور علم ظاہر ہوا۔

(المواھب اللدنیة جزء ۴ صفحہ ۵۴۷، المکتب الاسلامی ۲۰۰۴ء)

دونوں ہی ظاہر ہوئے۔ بہادری بھی ظاہر ہوئی کہ صدمہ کو برداشت کیا اور قرآن کریم کی آیت کی جو تشریح کی اس سے علم بھی ظاہر ہوا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ''کتبِ احادیث اور تواریخ میں یہ روایت درج ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صحابہؓ پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ گھبرا گئے اور بعض سے تو بولا بھی نہ جاتا تھا اور بعض سے چلا بھی نہ جاتا تھا اور بعض اپنے حواس اور اپنی عقل کو قابو میں نہ رکھ سکے اور بعض پر تو اس صدمہ کا ایسا اثر ہوا کہ وہ چند دن میں گھل گھل کر فوت ہو گئے۔ حضرت عمرؓ پر اس صدمہ کا اس قدر اثر ہوا کہ آپؓ نے حضورؐ کی وفات کی خبر کو باور ہی نہ کیا اور تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ آپؐ تو موسیٰ علیہ السلام کی طرح بلائے گئے ہیں۔ جس طرح وہ چالیس دن کے بعد واپس آ گئے تھے اسی طرح آپؐ کچھ عرصہ کے بعد واپس تشریف لائیں گے اور جو لوگ آپؐ پر الزام لگانے والے ہیں اور منافق ہیں ان کو قتل کریں گے اور صلیب دیں گے اور اس قدر جوش سے آپؓ اس دعوے پر مصر تھے کہ صحابہؓ میں سے کسی کو طاقت نہ ہوئی کہ آپؓ کی بات کو ردّ کرتا۔ اور آپؓ '' حضرت عمرؓ '' کے اس جوش کو دیکھ کر بعض لوگوں کو تو یقین ہو گیا کہ یہی بات درست ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے اور ان کے چہروں پر خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اور یا تو سر ڈالے بیٹھے تھے یا خوشی سے انہوں نے سر اٹھا لئے۔ اس حالت کو دیکھ کر بعض دور اندیش صحابہؓ نے ایک صحابی کو دوڑایا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو اس وجہ سے کہ درمیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کچھ اچھی ہو گئی تھی آپؐ کی اجازت سے مدینہ کے پاس ہی ایک گاؤں کی طرف گئے ہوئے تھے جلد لے آئیں'' واپس بلا لائیں۔ بہرحال ''وہ چلے ہی تھے کہ حضرت ابوبکرؓ ان کو مل گئے۔'' واپس آ رہے تھے ''ان کو دیکھتے ہی ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے'' ان صحابی کے جو اطلاع دینے جا رہے تھے ''اور جوش گریہ کو ضبط نہ کر سکے۔ حضرت ابوبکرؓ سمجھ گئے کہ کیا معاملہ ہے اور ان صحابی سے پوچھا کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ جو شخص کہے گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں مَیں اس کی گردن تلوار سے اڑا دوں گا۔ اس پر آپؓ'' حضرت ابوبکرؓ '' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر جو چادر پڑی تھی اسے ہٹا کر دیکھا اور معلوم کیا کہ آپؐ فی الواقعہ فوت ہو چکے ہیں۔ اپنے محبوب کی جدائی کے صدمے سے ان کے آنسو جاری ہو گئے اور نیچے جھک کر آپؐ کی پیشانی پر'' حضرت ابوبکرؓ نے ''بوسہ دیا اور کہا کہ بخدا اللہ تعالیٰ تجھ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ تیری موت سے دنیا کو وہ نقصان پہنچا ہے جو کسی نبی کی موت سے نہیں پہنچا تھا۔ تیری ذات صفت سے بالا ہے اور تیری شان وہ ہے کہ کوئی ماتم تیری جدائی کے صدمے کو کم نہیں کر سکتا۔ اگر تیری موت کا روکنا ہماری طاقت میں ہوتا تو ہم سب اپنی جانیں دے کر تیری موت کو روک دیتے۔

یہ کہہ کر کپڑا پھر آپؐ کے اوپر ڈال دیا اور اس جگہ کی طرف آئے جہاں حضرت عمرؓ صحابہؓ کا حلقہ بنائے بیٹھے تھے اور ان سے کہہ رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں۔ وہاں آ کر آپؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپؓ ذرا چپ ہو جائیں مگر انہوں نے ان کی بات نہ مانی اور اپنی بات کرتے رہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے ایک طرف ہو کر لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت فوت ہو چکے ہیں۔ صحابہ کرامؓ حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر آپؓ کے گرد جمع ہو گئے اور بالآخر حضرت عمرؓ کو بھی آپؓ کی بات سننی پڑی۔ آپؓ '' حضرت ابوبکرؓ '' نے فرمایا'' جس طرح پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰۤى اَعۡقَابِكُمۡ ؕ وَمَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡـًٔا ؕ وَسَيَجۡزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيۡنَ۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ مَنۡ كَانَ يَعۡبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدۡ مَاتَ وَمَنۡ كَانَ يَعۡبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوۡتُ۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک رسول ہیں آپؐ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں پھر اگر آپؐ فوت ہو جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم لوگ اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔ تحقیق تُو بھی فوت ہو جائے گا اور یہ لوگ بھی فوت ہو جائیں گے۔ اے لوگو! جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا اسے یاد رہے کہ اللہ زندہ ہے اور وہ فوت نہیں ہوتا۔ جب آپؓ'' حضرت ابوبکرؓ '' نے مذکورہ بالا دونوں آیات پڑھیں اور لوگوں کو بتایا کہ رسول اللہ فوت ہو چکے ہیں تو صحابہؓ پر حقیقت آشکار ہوئی اور وہ بے اختیار رونے لگے اور حضرت عمرؓ خود بیان فرماتے ہیں کہ جب آیات قرآنیہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کی وفات ثابت کی تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ گویا یہ دونوں آیتیں آج ہی نازل ہوئی ہیں اور میرے گھٹنوں میں میرے سر کو اٹھانے کی طاقت نہ رہی۔ میرے قدم لڑکھڑائے اور میں بے اختیار شدت صدمہ سے زمین پر گر پڑا۔''

(دعوة الامیر، انوار العلوم جلد 7 صفحہ 345 تا 347)

اسی حوالے سے مسلمانوں کا جو پہلا اجماع

ہے اس کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں جن میں مسیح بھی شامل ہیں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جب مسلمان گھبرا گئے اور یہ صدمہ ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے اسی گھبراہٹ میں تلوار کھینچ لی اور کہا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے گا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں تو میں اس کی گردن کاٹ دوں گا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے بلکہ حضرت موسیٰ کی طرح خدا سے ملنے گئے ہیں اور پھر واپس آئیں گے اور منافقوں کو ختم کریں گے پھر وفات پائیں گے۔ گویا ان کا یہ عقیدہ تھا کہ منافق جب تک ختم نہ ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہو سکتے اور چونکہ منافق آپؐ کی وفات تک موجود تھے اِس لیے وہ سمجھے کہ آپ فوت نہیں ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ جو اس وقت مدینہ کے پاس باہر ایک گاؤں میں گئے ہوئے تھے تشریف لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گئے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کا جسم مبارک دیکھا۔معلوم کیا کہ آپؐ واقع میں وفات پا چکے ہیں۔ اِس پر پھر آپؓ واپس باہر تشریف لائے اور یہ کہتے ہوئے آئے کہ اللہ تعالیٰ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو موتیں نہیں دے گا۔یعنی ایک موت جسمانی اور دوسری موت روحانی کہ آپؐ کی وفات کے ساتھ ہی مسلمان بگڑ جائیں۔ پھر آپؓ سیدھے صحابہ کے اجتماع میں گئے اور لوگوں سے کہا کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔حضرت عمرؓ تلوار لیے کھڑے تھے اور یہ اِرادہ کر کے کھڑے تھے کہ اگر کسی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اعلان کیا تو میں اس کو قتل کر دوں گا۔حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے لوگوں کو وہی بات کی کہ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔ کہ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں اور جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ خوش ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور کبھی فوت نہیں ہو گا۔

پھر آپؓ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول تھے اور آپ سے پہلے جتنے بھی رسول گزرے ہیں سب فوت ہو چکے ہیں۔ پھر آپؐ کیوں نہ فوت ہوں گے۔ اگر آپؐ فوت ہو جائیں یا قتل کیے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور اسلام کو چھوڑ دو گے۔حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب قرآنِ کریم کی یہ آیت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پڑھی تو میری آنکھیں کھل گئیں اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ یہ آیت ابھی نازل ہوئی ہے اور مجھ پر ظاہر ہو گیا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں اور میرے پاؤں کانپ گئے اور میں زمین پر گر گیا۔ یہ بیان کر کے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ ایک ہی اجماع صحابہ کا ہے کیونکہ اس وقت سارے صحابہ موجود تھے اور درحقیقت ایسا وقت مسلمانوں پر پہلے کبھی نہیں آیا کیونکہ پھر کبھی مسلمان اِس طرح جمع نہیں ہوئے۔ اِس اجتماع میں حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ تعالیٰ کے ایک رسول ہیں اور آپؐ سے پہلے جس قدر اللہ تعالیٰ کے رسول آئے ہیں وہ سب کے سب فوت ہو چکے ہیں۔ پس آپؐ کا فوت ہونا بھی کوئی قابلِ تعجب بات نہیں اور سارے کے سارے صحابہ نے آپ کے ساتھ اتفاق کیا۔

(ماخوذ از مسئلہ وحی و نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ، انوار العلوم جلد 23 صفحہ 327-328)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اسی بات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اس امت پر اتنا بڑا احسان ہے کہ اس کا شکر نہیں ہو سکتا۔

اگر وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسجد نبوی میں اکٹھے کر کے یہ آیت نہ سناتے کہ تمام گزشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں تو یہ امت ہلاک ہو جاتی کیونکہ ایسی صورت میں اس زمانے کے مفسد علماء یہی کہتے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں مگر اب صدیق اکبر کی آیت ممدوحہ پیش کرنے سے اس بات پر کُل صحابہ کا اجماع ہو چکا کہ کل گزشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں بلکہ اس اجماع پر شعر بنائے گئے۔ ابوبکر کی روح پر خدا تعالیٰ ہزاروں رحمتوں کی بارش کرے اس نے تمام روحوں کو ہلاکت سے بچالیا اور اس اِجماع میں تمام صحابہ شریک تھے۔ ایک فرد بھی ان میں سے باہر نہ تھا۔ اور یہ صحابہ کا پہلا اجماع تھا اور نہایت قابل شکر کارروائی تھی۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور مسیح موعود کی باہم ایک مشابہت ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ قرآن شریف میں دونوں کی نسبت یہ تھا کہ جب ایک خوف کی حالت اسلام پر طاری ہو گی اور سلسلہ مرتد ہونے کا شروع ہو گا تب ان کا ظہور ہو گا سو حضرت ابوبکر اور مسیح موعود کے وقت میں ایسا ہی ہوا۔یعنی حضرت ابوبکر کے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صدہا جاہل عرب مرتد ہو گئے تھے۔ اور صرف دو مسجدیں باقی تھیں جن میں نماز پڑھی جاتی تھی۔حضرت ابوبکر نے دوبارہ ان کو اسلام پر قائم کیا ایسا ہی مسیح موعود کے وقت میں کئی لاکھ انسان اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی بن گئے اور یہ دونوں حالات قرآن شریف میں مذکور ہیں یعنی پیشگوئی کے طور پر ان کا ذکر ہے۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 285-286 حاشیہ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت

کے بارے میں آتا ہے کہ جب صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا علم ہو گیا تو انصار سقیفہ بنی سَاعِدَہ میں جمع ہوئے۔ اس اجتماع میں مسئلہ خلافت پر گفتگو ہوئی۔ انصار خزرج کے راہنما سعد بن عُبادہ کے گرد جمع ہو گئے۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد صلابی صفحہ 174)

حضرت سعد بن عُبادہؓ ان دنوں علیل تھے۔ انہوں نے انصار کی قربانیوں اور خدمت اسلام کا تفصیلی تذکرہ کرتے ہوئے انہیں خلافت کا حق دار قرار دیا مگر انصار نے حضرت سعد بن عبادہؓ کو ہی خلافت کے لیے موزوں قرار دے دیا مگر ابھی انصار نے ان کی بیعت بھی نہ کی تھی کہ ان میں سے ہی کسی نے یہ سوال کر دیا کہ اگر مہاجرین نے ان کی خلافت کو تسلیم نہ کیا تو کیا ہو گا؟ اس پر ایک آدمی نے تجویز دی کہ ایک آدمی انصار میں سے اور ایک آدمی مہاجرین میں سے خلیفہ ہو مگر حضرت سعد بن عبادہ نے اسے بنو اوس کی کمزوری قرار دیا۔ جب انصار سقیفہ بنو ساعدہ میں خلافت کے متعلق بحث کر رہے تھے حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اور دوسرے بڑے بڑے صحابہ کرام مسجد نبوی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے سانحہ عظیم کے بارے میں ذکر کر رہے تھے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت علیؓ اور دوسرے اہلِ بیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کے انتظامات میں مصروف تھے۔ کسی کو خلافت کے بارے میں ہوش نہ تھا اور اس بات سے بے خبر تھے کہ انصار اس مسئلہ پر غور کرنے کے لیے جمع ہو چکے ہیں اور انصار میں سے کسی کو امیر چننا چاہتے ہیں۔

(صدیق اکبر، محمد حسین ہیکل، مترجم انجم سلطان شہباز، صفحہ 85،86، شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

طبقاتِ کبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیں تا کہ میں آپؓ کی بیعت کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے آپؓ کو اس امت کا امین قرار دیا گیا ہے۔ اس پر حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا جب سے آپؓ نے اسلام قبول کیا ہے میں نے اس سے پہلے کبھی آپ میں ایسی غفلت والی بات نہیں دیکھی۔ کیا تم میری بیعت کرو گے جبکہ تم میں صدیق اور ثانی اثنین یعنی حضرت ابوبکرؓ موجود ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۳۵، ذکر بیعت ابی بکر، دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان ۱۹۹۰ء)

اسی گفتگو کے دوران انہیں اجتماع انصار کی اطلاع ملی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اندر پیغام بھیج کر بلایا کہ ایک ضروری کام ہے۔حضرت ابوبکرؓ نے تجہیز و تکفین کی مصروفیت کا عذر کر کے باہر آنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے دوبارہ پیغام بھیجا۔ ایک ایسی فوری بات پیش آئی ہے کہ آپؓ کی موجودگی وہاں ضروری ہے جس پر حضرت ابوبکرؓ باہر تشریف لائے اور حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے اس وقت اَور کون سا اہم کام ہے جس کے لیے تم نے مجھے بلایا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا آپؓ کو پتہ ہے کہ انصار سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہیں اور ارادہ کر رہے ہیں کہ حضرت سعد بن عُبادہؓ کو خلیفہ بنا دیں؟ ان میں سے ایک شخص نے یہ کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر قریش میں سے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کے ہمراہ سقیفہ بنو ساعدہ پہنچے۔ وہاں ابھی بحث جاری تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ ان کے درمیان جا کر بیٹھ گئے۔

(حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 86،87 شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

(سیدنا صدیق اکبرؓ از الحاج حکیم غلام نبی صفحہ 72-73 مطبوعہ ادبیات لاہور)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم انصار کی طرف چل پڑے جب ہم ان سے قریب پہنچے ان میں سے دو صالح آدمیوں عُوَیم بن سَاعِدَہ اور مَعْن بِن عَدِی سے ملاقات ہوئی۔ ان دونوں نے انصار کے عزائم سے ان کو مطلع کیا۔ پھر سوال کیا۔ آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ ان دونوں نے کہا ان کے پاس جانا ضروری نہیں آپ لوگ خود معاملہ طے کر لیں۔ کہتے ہیں میں نے کہا اللہ کی قسم! ہم ضرور ان کے پاس جائیں گے۔

(ماخوذ از صحیح بخاری کتاب الحدود باب رجم الحبلی من الزنا... حدیث ۶۸۳۰)

(صحیح بخاری کتاب المغازی حدیث:۴۰۲۱)

بہرحال وہ گئے۔حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم انصار کے پاس پہنچے۔ میں نے اپنے دل میں کچھ کہنے کے لیے ایک مضمون سوچا تھا کہ انصار کے سامنے اسے بیان کروں گا۔ پس جب میں ان کے پاس پہنچا اور بات شروع کرنے کے لیے آگے بڑھا مگر حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے کہا ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ میں بات کر لوں۔ اس

کے بعد جو تمہارا جی چاہے بیان کرنا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے بولنا شروع کیا اور جو بات میں کہنا چاہتا تھا وہ حضرت ابوبکرؓ نے بیان کر دی بلکہ اس سے بھی زیادہ آپؓ نے کہہ دیا۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۲، دارالکتب العلمیة بیروت، ۱۹۸۷ء)

حضرت ابوبکرؓ نے جو تقریر کی

تھی اس کا مختصر ذکر یہ ہے۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے تقریر شروع کی۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد کہا یقیناً اللہ نے اپنی مخلوق کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اور اپنی امت کا نگران بنا کر بھیجا تا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کی توحید کا اقرار کریں حالانکہ اس سے پہلے وہ اللہ کے سوا مختلف معبودوں کی عبادت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ معبود اللہ کے حضور ان کی شفاعت کرنے والے اور نفع پہنچانے والے ہیں حالانکہ وہ پتھر سے تراشے گئے تھے اور لکڑی سے بنائے جاتے تھے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی کہ وَيَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمۡ وَلَا يَنۡفَعُهُمۡ وَيَقُوۡلُوۡنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰهِ (یونس: 19) اور وہ اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے حضور ہماری شفاعت کرنے والے ہیں۔ مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى (الزمر: 4) کہ ہم اس مقصد کے سوا ان کی عبادت نہیں کرتے کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کرتے ہوئے قرب کے اونچے مقام تک پہنچا دیں۔ عربوں کو یہ بات گراں گزری کہ وہ اپنے آباؤاجداد کے دین کو ترک کر دیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیتیں پڑھ کے فرمایا کہ عربوں کو یہ بات گراں گزری کہ وہ اپنے آباء واجداد کے دین کو ترک کر دیں۔ پس اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم میں سے اولین مہاجرین کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غمگساری کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی قوم کی سخت ایذا رسانی اور تکذیب کے وقت ڈٹے رہنے کے لیے خاص کر لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: حالانکہ تمام لوگ ان کے مخالف تھے اور ان پر ظلم کرتے تھے مگر باوجود اپنی کم تعداد کے اور تمام لوگوں کے ظلم اور اپنی قوم کے ان کے خلاف اکٹھے ہو جانے کے وہ کبھی خوفزدہ نہیں ہوئے۔ اور وہ پہلے تھے جنہوں نے زمین میں اللہ کی عبادت کی اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست اور خاندان والے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے اس منصب کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ اس معاملہ میں سوائے ظالم کے اور کوئی ان سے تنازعہ نہیں کرے گا۔ اے انصار کے گروہ! اور تم وہ ہو جن کی دین میں فضیلت اور اسلام میں سبقت لے جانے کے متعلق انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ کے دین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار بننے کی وجہ سے اللہ تم سے راضی ہو گیا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت بھی تمہاری طرف ہی رکھی۔ آپؐ کی اکثر ازواج اور اصحاب تمہارے یہاں رہتے ہیں۔ مہاجرین اولین کے بعد ہمارے نزدیک تمہارے مرتبہ کا کوئی بھی نہیں۔

امیر ہم میں ہوں گے اور تم وزیر۔

ہر اہم معاملے میں تم سے مشورہ لیا جائے گا اور تمہارے بغیر اہم معاملات کے متعلق فیصلہ نہیں کریں گے۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 243،242 دارالکتب العلمیة بیروت، 1987ء)

حضرت ابوبکرؓ نے سقیفہ بنو ساعدہ میں جو تقریر کی تھی سیرت حلبیہ میں اس کا ذکر اس طرح ملتا ہے آپؓ نے فرمایا۔ اَمَّا بَعۡدُ! جہاں تک خلافت کا معاملہ ہے تو عرب کے لوگ اس کو سوائے قریش کے کسی دوسرے قبیلے کے لیے قبول نہیں کریں گے۔ قریش کے لوگ اپنے حسب و نسب کے اعتبار سے اور اپنے وطن کے اعتبار سے جو مکہ ہے سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔ ہم نسب میں تمام عربوں سے جڑے ہوئے ہیں کیونکہ کوئی بھی قبیلہ ایسا نہیں جو کسی نہ کسی طرح قریش سے رشتہ قرابت نہ رکھتا ہو۔ ہم مہاجرین وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ ہم ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برادری اور خاندان کے لوگ اور آپ کے رِحمی رشتہ دار ہیں۔ ہم اہل نبوت ہیں اور خلافت کے حق دار ہیں۔

(السیرة الحلبیة جلد ۳ صفحہ ۵۰۴-۵۰۵، باب مایذکر فیہ مدة مرضہ، وما وقع فیہ، وفاتہ ﷺ، دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۲ء)

انہی واقعات کا ذکر کرتے ہوئے امام احمد بن حنبل نے اپنی مُسند میں حضرت ابوبکرؓ کا کردار بیان کیا ہے اور یہ بیان کرنے کے بعد کہ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آ کر مسلمانوں میں تقریر کی اور آپؐ کی وفات کا اعلان کیا۔ پھر بیان ہوا ہے راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد (تقریر کرنے کے بعد اور وفات کا اعلان کرنے کے بعد) حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تیزی کے ساتھ سقیفہ بنو ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ نے گفتگو شروع کی اور آپؓ نے قرآن کریم میں انصار کی بابت جو کچھ نازل ہوا اس میں سے کچھ نہ چھوڑا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی فضیلت کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا وہ سب بیان کیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تم لوگوں کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں تو مَیں انصار کی وادی میں چلوں گا۔

پھر حضرت سعدؓ کو مخاطب کر کے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اے سعد! تجھے علم ہے کہ تُو بیٹھا ہوا تھا جب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت کے حق دار قریش ہوں گے۔

لوگوں میں سے جو نیک ہوں گے وہ قریش کے نیک افراد کے تابع ہوں گے اور جو فاجر ہوں گے وہ قریش کے فاجروں کے تابع ہوں گے۔ حضرت سعدؓ نے کہا کہ آپؓ نے سچ کہا۔ ہم وزیر ہیں اور آپ لوگ امراء ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند ابی بکر، حدیث نمبر ۱۸، جلد ۱ صفحہ ۱۵۸، ۱۵۹۔ دارالحدیث قاہرہ ۱۹۹۴ء)

یہ ذکر ان شاء اللہ آئندہ چلتا رہے گا۔

دنیا کے جو موجودہ حالات ہیں اس بارے میں بھی دعا کے لیے کہنا چاہتا ہوں۔

یہ انتہائی خطرناک ہو چکے ہیں اور ہو سکتے ہیں، بڑھتے جا رہے ہیں۔ صرف ایک ملک نہیں بلکہ بہت سے ممالک اس میں شامل ہو جائیں گے اگر یہ اسی طرح بڑھتا رہا اور پھر اس کے خوفناک انجام کا اثر نسلوں تک رہے گا۔

خدا کرے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کو پہچاننے والے ہوں اور اپنی دنیاوی خواہشات کی تسکین کے لیے انسانوں کی جانوں سے نہ کھیلیں۔

بہرحال ہم تو دعا کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں، سمجھا سکتے ہیں اور سمجھاتے ہیں اور ایک عرصے سے ہم یہ کام کر رہے ہیں لیکن بہرحال

ان دنوں میں خاص طور پر احمدیوں کو بہت دعا کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ جنگ کے جو خوفناک حالات ہیں اور یہ جو تباہ کاریاں ہیں جن کا تصور بھی انسان نہیں کر سکتا کہ ایسی تباہ کاریاں ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے انسانیت کو بچا کے رکھے۔

نماز کے بعد میں ایک

جنازہ غائب

بھی پڑھاؤں گا جو

مکرم خوشی محمد شاکر صاحب مربی سلسلہ

کا ہے۔ گذشتہ دنوں انہتر 69 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا حضرت مولوی کریم بخش صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے ہوا۔ انہوں نے طاعون کا نشان دیکھ کر بیعت کی تھی۔ اسی طرح حضرت مولوی کریم بخش صاحبؓ کی اہلیہ فضل بی بی صاحبہ کے بھائی حضرت حاجی محمد عبداللہ صاحبؓ نے بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت حاصل کی تھی۔ حضرت حاجی محمد عبداللہ صاحبؓ کا نام تاریخ احمدیت جلد ہشتم میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فہرست میں تیئیسویں نمبر پر درج ہے۔

(ضمیمہ تاریخ احمدیت جلد ہشتم صفحہ 11)

بہرحال خوشی محمد شاکر صاحب کا جہاں تک ذکر ہے۔ 1969ء میں انہوں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ پھر زندگی وقف کی۔ جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ 1977ء میں جامعہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ 1978ء میں عربی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ پھر جماعتی خدمات کرتے رہے۔ ساتھ ہی انہوں نے 1987ء

میں ایم اے اسلامیات کی ڈگری بھی حاصل کی اور علاوہ پاکستان کے مختلف شہروں کے گنی کناکری میں بطور مبلغ سلسلہ انہوں نے خدمت کی توفیق پائی۔ وہاں فرنچ زبان میں ڈپلومہ بھی انہوں نے حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو چھ بیٹوں سے نوازا۔ ان کے ایک بیٹے ناصر اسلام صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ ربوہ میں ہی اس وقت تعینات ہیں۔

77ء سے 91ء تک پاکستان کے مختلف علاقوں میں ان کو خدمت کی توفیق ملی اور 91ء سے 2007ء تک سیرالیون اور گنی کناکری میں خدمت کی توفیق پائی۔ وہاں سے واپس آئے تو 2008ء سے انجمن کے دفاتر کے مختلف شعبہ جات میں کام کرنے کی توفیق ملی۔ ایڈیشنل نظارت اصلاح و ارشاد مقامی اور نظارت امور عامہ میں خدمت کی توفیق ملی۔ یہ افریقہ میں جب تھے تو ان کے ذریعہ سے کئی سعید روحوں کو احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔ کئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ بڑے بےنفس اور محنت کرنے والے مبلغ تھے۔ ان کے تبلیغ کے میدان کے بڑے ایمان افروز واقعات بھی ہیں جو مختلف لوگوں نے بیان کیے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا تھا۔ ان کو جولائی 1986ء میں کلمہ طیبہ کے کیس میں اسیرِ راہ مولیٰ رہنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔

ان کی اہلیہ لکھتی ہیں کہ میری ساری زندگی اس بات کی گواہ ہے کہ انہوں نے آج تک نہ نماز چھوڑی اور نہ ہی کبھی تہجد۔ جماعتی دورے سے واپس آتے، تھکاوٹ کے باوجود بھی نماز لازمی ادا کرتے، باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرتے۔ شدید بیماری کے باوجود یہاں تک کہ چلنا مشکل ہوتا مگر باجماعت نماز کے لیے لازمی جاتے۔ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں ہمہ تن مشغول تھے۔ تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے والے، خلافت سے والہانہ عشق، اطاعت گزار، عاجزی انکساری، مربیان اور جماعتی عہدیداران کا احترام، بچوں سے شفقت، سخاوت، اقربا اور غربا پروری، ملنسار، تبلیغ کا خاص شوق رکھنے والے تھے۔ بیماری کے آخری ایام میں بھی جب طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تو تین دن تین رات تک ان کو ایمرجنسی میں لے جایا جاتا رہا۔ جب بھی واپس گھر آتے تو پھر بھی آ کے گھر میں تہجد کی نماز کبھی نہیں چھوڑتے تھے اور ایک دن تو ہسپتال سے آئے بیمار طبیعت تھی، فجر کی نماز پڑھی اور پھر تیار ہو کے دفتر بھی چلے گئے۔ بہرحال جب ان کو روکا جاتا تھا تو کہتے یہی ایک وقف زندگی کا کام ہے اور میرے کام سے مجھے نہ روکو۔

ان کے بیٹے ناصر اسلام مربی سلسلہ ہیں۔ کہتے ہیں جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے والد کو تہجد گزار ہی دیکھا ہے اور اطاعت کے اعلیٰ مقام پر پایا ہے۔ کوئی بھی جماعتی عہدیدار ہوتا خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی اطاعت کرتے۔ روزانہ صدقہ دینا اور خیرات کرنا معمولِ زندگی تھا۔ روز کا کام روز کرتے۔ بہت ملنسار تھے۔ تبلیغ کا بے انتہا شوق تھا۔ کہتے ہیں خاکسار نے اپنے والد کو نماز پر جاتے ہوئے، واپسی پر یا صبح کی سیر پر سفر کے دوران افریقہ میں یا کسی ہوٹل میں بیٹھے ہوئے ہیں تو وہاں کھانا کھاتے وقت یا انتظار گاہ میں، ویٹنگ روم میں اگر کہیں بیٹھے ہیں تو وہاں انتظار کرتے وقت پولیس افسر ہوں یا ملٹری کے افسر ہوں جن کو بھی ملتے ان کو تبلیغ کرتے اور کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے اور کہیں کوئی شخص نظر آ جاتا تو ہم کہا کرتے تھے اب یہ آدمی ہمارے ابا کو نظر آ گیا ہے اب ان سے جان نہیں چھڑوا سکتا اس کو تبلیغ کر کے ہی چھوڑیں گے۔

پھر ان کے ایک بیٹے کہتے ہیں کہ والد صاحب نے بتایا کہ افریقہ میں تبلیغ کے حوالے سے کافی مسائل سامنے آ رہے تھے۔ کافی دعائیں کیں، تہجد پڑھی تو سجدے میں آواز آئی: ’’میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں ہے۔‘‘ کہتے ہیں اس کے بعد اگلے دن جو روک تبلیغ کے حوالے سے تھی وہ دور ہوگئی۔ بہرحال ان کے بارے میں بہت سے لوگوں نے واقعات لکھے ہیں اور ہر ایک نے یہی لکھا ہے کہ ملنسار تھے، عاجز تھے، دعاگو تھے، خلافت سے پختہ تعلق تھا اور اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کرنے والے انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔

☆...☆...☆

(الفضل انٹرنیشنل 18 مارچ 2022ء)

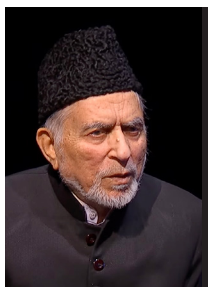

مولانا عبدالباسط شاہد۔ مربی سلسلہ یوکے

قادیان سے زمین کے کناروں تک

قادیان کی سرزمین سے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی تحریک کا آغاز ہوا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے خدا نے یہ خبر دی ہے کہ

’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا‘‘

یہ اعلان اور دعویٰ سن کر کم ہی کسی نے یقین کیا ہوگا کہ یہ بات پوری ہوگی کیونکہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام بانیٔ سلسلہ احمدیہ کسی لحاظ سے بھی اس مقام و شہرت کے مالک نہ تھے کہ دنیا یہ سمجھ سکتی کہ ان کو عالمی شہرت حاصل ہوگی۔ اس کے برعکس صورت حال یہ تھی کہ آپ کے والد صاحب کے پرانے ملنے والے بھی ان سے یہ پوچھتے تھے کہ سنا ہے آپ کے دو بیٹے ہیں۔ ایک کو تو ہم بخوبی جانتے ہیں مگر دوسرے کو ہم نے کبھی نہیں دیکھا تو حضور کے والد صاحب ان کو یہ جواب دیا کرتے تھے کہ میرا وہ لڑکا تو مسیتڑ ہے، اسے دیکھنا ہو تو مسجد میں جا کر دیکھ لو اسے عبادت اور مطالعہ کتب کے سوا اور کسی کام کا شوق نہیں ہے۔ قادیان کے قصبہ کی بھی کوئی شہرت نہ تھی بلکہ اس وقت تو یہ حالت تھی کہ نہ ہی وہاں کوئی ضلعی یا تحصیل ہیڈ کوارٹر تھا، نہ ہی کوئی تجارتی منڈی تھی، نہ ہی کسی اہم شاہراہ پر واقع تھا کہ وہاں سے گزرتے ہوئے لوگوں کو اس قصبہ کا علم ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ابتدائی صحابی حضرت مسیح موعود سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی زیارت کے شوق میں قادیان کا پتہ دریافت کرتے تو انہیں اس سلسلہ میں کافی مشکل پیش آتی۔ یہاں تک کہ قادیان سے گیارہ میل کے فاصلہ پر بٹالہ نامی ریلوے اسٹیشن پر پہنچ کر بھی قادیان کا رستہ معلوم کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتا۔ قادیان پہنچنے کے لئے کوئی پختہ سڑک یا معقول سواری بھی نہ تھی۔ ان مشکلات پر اس مخالفت نے اور اضافہ کر دیا جو ہمیشہ ہی سچے مامور کی ہوتی آئی ہے۔ چنانچہ یہ بھی تاریخ میں محفوظ ہے بٹالہ کے ایک مولوی صاحب جنہیں یہ خیال تھا کہ اس علاقہ میں ان کی مدد کے بغیر کوئی اہم مذہبی کام سرانجام نہیں پا سکتا اور جو یہ سمجھتے تھے کہ ان کی مخالفت کی وجہ سے احمدیت قادیان سے باہر نہیں نکل سکے گی، ایک عرصہ تک اس مہم میں لگے رہے کہ قادیان جانے والوں کو بٹالہ اسٹیشن پر ہی بددِل کر کے واپس جانے پر مجبور کر دیں۔

حضرت مرزا غلام احمدؑ ’ایک گوشہ نشین صوفی منش شخص‘ کا یہ دعویٰ کہ وہ ہندوؤں کے اوتار ہیں، سرمایہ دار ہندو قوم کی مخالفت کے لئے کافی تھا۔ آپؑ کی یہ تحقیق کہ حضرت بابا نانکؒ مسلمان تھے سکھوں کو غضبناک کرنے کے لئے کافی تھی۔ مسلمان تو پہلے ہی حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے اعلان سے آتش زیرپا ہو چکے تھے۔ ان مخالف حالات میں زمین کے کناروں تک شہرت کی بات اور بھی عجیب اور ناقابل یقین ہو جاتی ہے خدا تعالیٰ کے کام عجیب ہوتے ہیں۔ دنیادار آدمی کے لئے ان کو سمجھنا آسان نہیں ہوتا مگر حقیقت ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے سچائی کی کونپل آہستہ آہستہ بڑھنے لگی۔ مخالفت کی آندھیوں کی شدت کے باوجود یہ زندگی کی توانائیاں اور رونقیں حاصل کرتی چلی گئی۔ قادیان میں مشکلات پیدا ہوئیں تو آسمان روحانیت کے بلند پرواز پرندے ربوہ میں جمع ہوگئے اور تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام پہلے سے کہیں زیادہ وسیع پیمانہ پر شروع ہوگیا اور مخالفت کی اس کھاد سے سچائی کی نوخیز نازک کونپل ایک ایسے خوش نما درخت کی شکل اختیار کر گئی جس کی شاخیں دنیا بھر میں پھیل گئیں۔ ایم ٹی اے کے کیمرہ کی آنکھ نے ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے دوروں کی جھلکیاں دکھاتی ہے۔ شمع احمدیت کے پروانوں کے جلسے، جلوس، استقبال، نعرے بتاتے ہیں دنیا کے ہر حصہ میں، قادیان سے دور دراز علاقہ میں، تبلیغ اور اثر و نفوذ کتنا مسرت انگیز اور روح پرور ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے روح پرور اور وجد آفریں درختِ وجود کی سرسبز شاخیں دنیا کے کناروں تک پھیل گئی ہیں۔ ایشیا، یورپ، افریقہ، کینیڈا، امریکہ، آسٹریلیا میں احمدی مبلغین کی کامیابیاں، اسلام کی پرامن تعلیم کا اثر و نفوذ، خدائی وعدوں کی سچائی، احمدیت کی صداقت، قرآن مجید کی عظمت اور بانی اسلام ﷺ کی شان و شوکت کا منہ بولتا ناقابل تردید ثبوت ہے۔

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

عبد السمیع خان۔ استاد جامعہ احمدیہ گھانا

’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا‘‘

الہام الٰہی کا پس منظر اور پیغام مسیح موعود علیہ السلام زمین کے کناروں تک پہنچنے کے معجزانہ نظارے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مجموعہ الہامات

’’تذکرہ‘‘ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو نصرت ربانی اور عالمی غلبہ کی کثرت سے بشارات دی ہیں اور اتنے رنگوں میں ان کو دہرایا ہے کہ کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا۔ ان الہامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔‘‘ آپ کا یہ الہام 1898ء کا ہے یعنی آج سے 124 سال پہلے کا۔ اور یہ اکیلا الہام ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس الہام سے ملتے جلتے الہام اور قریب ترین الفاظ جو دوسرے الہامات میں ملتے ہیں وہ یہ ہیں کہ

1. میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا۔

(ازالہ اوہام و تذکرہ صفحہ 149 از قادیان 2008ء)

2. خدا...... تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔

(اشتہار 20 فروری 1886 و تذکرہ صفحہ 112)

3. خدا نے ارادہ کیا ہے کہ تیرا نام بڑھاوے اور آفاق میں تیرے نام کی خوب چمک دکھاوے۔

(مکتوبات و تذکرہ صفحہ 282)

4. وہ تیرے سلسلہ کو اور تیری جماعت کو زمین پر پھیلائے گا اور انہیں برکت دے گا اور بڑھائے گا اور ان کی عزت زمین پر قائم کرے گا۔

(تحفۃ الندوہ، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 97)

5. عربی میں ہے کہ ’’وعدنی انی سینصرنی حتی یبلغ امری مشارق الارض ومغاربھا‘‘ (لجۃ النور اور تذکرہ صفحہ 260) اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری مدد کرے گا یہاں تک کہ میرا معاملہ زمین کے ہر مشرق اور رہر مغرب میں پہنچ جائے گا۔

6. انگلش میں ہے:۔

“I shall give you a large party of Islam”

(براہین احمدیہ و تذکرہ صفحہ 80)

یہ بہت پر معارف اور معنی خیز الہام ہیں جن میں زمین کے کناروں اور دنیا کے کناروں اور آفاق کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ قرآن کریم نے اس طرح اسلام کے غلبہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے طور پر پیش کیا ہے اور یہی کناروں کا محاورہ استعمال کیا ہے یعنی اطراف۔ فرمایا:۔ اَفَلَا یَرَوۡنَ اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُھَا مِنۡ اَطۡرَافِھَا ط اَفَھُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ (الانبیاء :45) کیا مخالفین دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں تو کیا پھر بھی وہ غالب آسکتے ہیں۔ اسی طرح آفاق کا لفظ بھی استعمال کیا ہے سَنُرِیۡھِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِھِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمۡ اَنَّہُ الۡحَقُّ (حم السجدہ 54) یعنی ہم انہیں ضرور آفاق میں بھی اور ان کے نفوس کے اندر بھی نشان دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر کھل جائے گا کہ وہ حق ہے۔ پس قرآنی اسلوب کی روشنی میں اس الہام کے متعدد پہلو ہیں جن سے اس الہام کے منجانب اللہ ہونے کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

1. اس الہام کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کی کیا صورت حال تھی؟
2. الہام کے وقت حضور کا پیغام کہاں کہاں تک پہنچ چکا تھا؟
3. زمین کے کناروں سے کیا مراد ہے؟
4. زمین کے کناروں تک حضور کی تبلیغ پہنچنے کے خرق عادت نظارے۔

1۔ الہام کا پس منظر

الہام کے پس منظر کا جائزہ لینے کے لئے ہم اس سے 4 سال پہلے یعنی 1894ء سے لے کر 1897ء کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ جس مہدی کی مدتوں سے منتظر تھی اس کی علامات میں سے ایک کسوف وخسوف کا نشان تھا۔ یہ مارچ، اپریل 1894ء میں ظاہر ہوا۔ بعض سعید روحوں نے اسے دیکھ کر حضور کو قبول کیا مگر عام طور پر امت مسلمہ نے اس نشان کو رد کر دیا۔ علماء نے طرح طرح کے عذر ایجاد کیے۔ حدیث کو حدیث ماننے سے انکار کر دیا۔ روایت کو جھوٹا قرار دے دیا اور چاند سورج گرہن کے لئے وہ تاریخیں تجویز کیں جو قانون قدرت کو جڑھ سے اکھاڑنے کے لئے کافی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے جواب میں بہت دلائل پیش کیے، کئی کتب لکھیں، متعدد چیلنج دیے مگر ماننے والے بہت کم اور انکار کرنے والے ہزاروں گنا کثرت میں تھے۔

1890ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وفات مسیح کا الہامی اعلان کیا تھا جس کی وجہ سے عام طور پر مسلمان برہم تھے مگر 1895ء میں حضور علیہ السلام نے یہ انکشاف بھی فرما دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر سرینگر کشمیر میں موجود ہے۔ اس اعلان نے مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا اور وہ دونوں قومیں شعلہ جوالہ بن گئیں۔

1895ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سکھ مذہب کے بانی حضرت بابا گورونانک صاحب کو مسلمان ولی اللہ ثابت کر دیا تو سکھ برادری بھی آپ کی مخالفت میں اٹھ کھڑی ہوئی اور ایک طوفان بدتمیزی برپا ہو گیا۔ چند سعید لوگ حضور کی کتاب ست بچن پڑھ کر احمدی ہو گئے مگر قومی اعتبار سے اس کا ردعمل بہت خوفناک تھا۔ سکھ لیڈر اس کتاب کے جواب کے لئے لیکھرام کے پاس بھی گئے مگر اس نے پہلی شرط یہ لگائی کہ چولہ بابا نانک جس پر کلمہ طیبہ اور دیگر قرآنی آیات لکھی ہوئی ہیں اسے جلا دیا جائے مگر ایسا نہ ہوسکا اور سکھ مذہب کی اہم کتاب جنم ساکھی کے نئے ایڈیشن میں یہ لکھ دیا گیا کہ بابا صاحب کا چولہ آسمان پر اڑ گیا ہے اور پھر واپس کبھی بھی نہیں آئے گا۔ ایک سکھ نے خبط قادیانی کے نام سے کتاب لکھی اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ السلام پر سخت حملے کیے۔

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 602)

1896ء میں حضور نے ایک تبلیغی خط والی کابل امیر عبدالرحمان کے نام لکھا جو حضرت مولوی عبدالرحمان صاحب شہید لے کر گئے تھے جس پر امیر نے جواب دیا کہ ایں جا بیا۔ یعنی کابل میں آ کر دعوی کرو تو معلوم ہو جائے گا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اس کے بعد کابل گئے اور انہوں نے امیر کو خوب بھڑکایا اور واپس آ کر کہا کہ مرزا صاحب کابل جائیں تو زندہ واپس نہیں آسکیں گے۔ (تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 548) اس کے بعد امیر نے حضرت مولوی عبد الرحمان صاحب رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور 1903ء میں حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب رضی اللہ عنہ کو بھی مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کے جرم میں سنگسار کر دیا۔

1896ء میں ہی حضور نے ہندوستان کے تمام علماء اور سجادہ نشینوں کو مباہلہ کا چیلنج دیا جس کے نتیجہ میں ان کے مریدوں میں نفرت کی لہر اور بھی بلند ہوگئی۔ واقعہ یہ ہے کہ 1906ء تک ان مخالف علماء کی اکثریت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور جو زندہ تھے وہ کسی نہ کسی بلاء میں گرفتار تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 551)

پادری عبداللہ آتھم سے حضور کا مباحثہ (جنگ مقدس) 1893ء میں ہوا تھا جس کے آخر پر حضور نے عبداللہ آتھم کی ہلاکت کی پیشگوئی کی مگر وہ دل میں رجوع کر کے خدا کے فوری غضب سے تو بچ گیا مگر اخفائے حق کے جرم کا مرتکب ہوتا رہا اور 27 جولائی 1896ء کو بالآخر ہاویہ میں جا گرا۔ اس واقعہ نے عیسائی دنیا کو اپنی تپش اور نفرت میں اور بھی بڑھا دیا اور بالآخر اسی موت کے بدلہ کے طور پر اگست 1897ء میں پادری مارٹن کلارک نے حضور کے خلاف اقدام قتل کا مقدمہ دائر کر دیا۔

1897ء میں نائب سفیر سلطان ترکی حسین کامی قادیان آئے۔ وہ ترکی کی مزعومہ خلافت عثمانیہ کے لئے انگریزوں کے مدمقابل حضور کی تائید حاصل کرنے کے متمنی تھے۔ مگر حضور کو کشفا بتایا گیا کہ سلطنت ترکی کی حالت اچھی نہیں اور ان حالتوں کے ساتھ انجام بخیر نہیں ہے۔ اس پر اس نے واپس جا کر حضور کے خلاف اخبار میں ایک غضب آلود مضمون شائع کروایا اور کثرت سے چرچا بھی کیا۔ اس طرح گویا حضور نے مسلمانوں کی طاقتور سلطنت عثمانیہ سے دشمنی بھی مول لے لی۔

حضور نے 1893ء میں شاتم رسول لیکھرام کی 6 سال میں ہلاکت کی پیشگوئی کی تھی۔ 6 مارچ 1897ء کو جب یہ پیشگوئی عظیم شان سے پوری ہوئی تو ہندو اور آریہ آپ کی جان کے دشمن ہو گئے۔ الزام لگایا کہ آپ نے اسے قتل کروایا ہے۔ آپ کے گھر کی تلاشی لی گئی اور تلاشی لینے والے تھانے دار نے کہا کہ مرزا ہمیشہ بچتا رہا ہے اب میرا ہاتھ دیکھے گا۔ آپ کے قتل کی سازشیں کی گئیں اور قاتلوں کے لئے انعام مقرر کیے گئے۔ مولوی بٹالوی صاحب نے لکھا کہ میں قسم کھانے کو تیار ہوں کہ لیکھرام کے قتل میں مرزا صاحب شریک ہیں۔ اس سلسلہ میں گرفتاری کی کوششیں بھی کی گئیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 598)

1898ء کے شروع میں ایک مولوی ملا محمد بخش جعفر زٹلی نے ایک اشتہار شائع کر کے حضور کی وفات کی جھوٹی خبر مشہور کر دی۔ (تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 9) وسط 1898ء میں حضور علیہ السلام پر حکومت پنجاب نے انکم ٹیکس ادا نہ کرنے اور سرکاری خزانہ کو نقصان پہنچانے کا مقدمہ دائر کیا۔ 1898ء کے آخر پر مولوی محمد حسین بٹالوی کی مخبری پر حضور کے خلاف حفظ امن کا مقدمہ دائر ہوا اور مولوی صاحب نے بیان کیا کہ مرزا صاحب مجھے قتل کرا دیں گے۔

یہ بھی یاد رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر براہین احمدیہ کی ابتدائی جلدوں کی اشاعت کے بعد کفر کا فتویٰ لگ گیا تھا۔ (عالمی فتنہ تکفیر کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں۔ دوست محمد شاہد۔ صفحہ 16۔

ڈنمارک)اس کے بعد 1890 ء میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے ہندوستان میں گھوم کر 200 علماء سے کفر کے فتاویٰ حاصل کئے اور غلیظ ترین گالیاں دیں۔

(حیات طیبہ صفحہ 102 شیخ عبد القادر)

یہ واقعات چیخ چیخ کر اعلان کر رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جان مال اور عزت سخت خطرے میں تھی اور مخالفین نے ہر طرف سے گویا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ہندوستان کی تمام مذہبی قومیں مسلمان، عیسائی، ہندو، آریہ اور سکھ آپ علیہ السلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے اور اس کے ساتھ ہی مقدمات دائر کرکے حکومت کے ذریعہ آپ علیہ السلام کو سزا دلوانے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔ جماعت احمدیہ 1889ء میں قائم ہو چکی تھی مگر اس کی تعداد نہایت کم تھی۔ چند ہزار ہو گی مگر ابھی تک اس کا کوئی باقاعدہ نام بھی نہیں تھا موجودہ نام 1901ء میں رکھا گیا۔ ان حالات میں کسی کا یہ سوچنا کہ وہ دشمن کے شر سے بچ جائے گا، مخالفین ناکام و نامراد ہوں گے، اور وہ زمین کے کناروں تک عزت اور شہرت پائے گا اور قبول کیا جائے گا دنیا کی نظر میں ایک دیوانے کی بڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ کیا ایسی ہی نہیں جیسے اپنی قوم کے ظلم سے تنگ آکر خدا کے ایک عظیم فرستادہ کا تعاقب کرنے والے کا یہ کہنا کہ کسریٰ کے کنگن تیرے ہاتھوں میں پہنائے جائیں گے۔

2۔پیغام کہاں کہاں پہنچ چکا تھا

اس الہام کے وقت ابھی جماعت کا کوئی نام نہیں تھا اور نوزائیدہ شکل میں تھی۔ اس لئے ہندوستان میں احمدی تو موجود تھے مگر کوئی نظام جماعت نہیں تھا۔ احمدی مالی قربانی بھی کرتے تھے مگر چندوں کا کوئی باقاعدہ نظام نہیں تھا حضور علیہ السلام حسب ضرورت تحریک کرتے اور احباب لبیک کہتے۔ کوئی مبلغ، کوئی مربی نہیں تھا۔ کوئی اخبار یا رسالہ نہ تھا۔ الحکم اخبار 1897ء کے آخر پر ہفت روزہ کے طور امرتسر سے جاری ہوا اور ریویو آف ریلیجنز 1902ء میں جاری ہوا۔

ہندوستان سے باہر سب سے زیادہ حضور کا ذکر برطانیہ میں ہو گا کیونکہ ہندوستان پر انگریز حکمران تھے اور انڈیا کی ساری خبریں وہاں پہنچتی تھیں۔ مئی 1897ء میں حضور نے تحفہ قیصریہ کے نام سے ایک تبلیغی خط ملکہ وکٹوریہ انگلستان کو بھجوایا مگر اس پر بھی کوئی خاص ردعمل سامنے نہیں آیا۔

حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوتے ہی اشتہارات کے ذریعہ عالمگیر نشان نمائی کا اعلان کیا تھا اور دنیا کے بڑے بڑے لیڈروں اور مذہبی راہنماؤں کو اپنے پیغام سے مطلع کیا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یہ دعویٰ بفضلہ تعالیٰ وتوفیقہ میدان مقابلہ میں کروڑہا مخالفوں کے سامنے کیا گیا ہے اور قریب تیس ہزار کے اس دعویٰ کے دکھلانے کے لئے اشتہارات تقسیم کئے گئے۔ اور آٹھ ہزار انگریزی اشتہار اور خطوط انگریزی رجسٹری کرا کر ملک ہند کے تمام پادریوں اور پنڈتوں اور یہودیوں کی طرف بھیجے گئے اور پھر اس پر اکتفا نہ کرکے انگلستان اور جرمن اور فرانس اور یونان اور روس اور روم اور دیگر ممالک یورپ میں بڑے بڑے پادریوں کے نام اور شہزادوں اور وزیروں کے نام روانہ کئے گئے۔ چنانچہ ان میں سے شہزادہ پرنس آف ویلز ولی عہد تخت انگلستان اور ہندوستان، اور گلیڈ سٹون وزیر اعظم اور جرمن کا شہزادہ بسمارک ہے۔ چنانچہ تمام صاحبوں کی رسیدوں سے ایک صندوق بھرا ہوا ہے"

(مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ 649)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام مشہور لیڈروں تک حضور کا دعویٰ پہنچ گیا تھا لیکن ان میں سے کسی نے قبولیت کی خواہش ظاہر نہیں کی اور نہ ہی یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کی ساری قوموں تک بھی حضور کا پیغام پہنچ گیا۔ کیونکہ ان سب قوموں کی زبانوں تک ہی رسائی کے لئے ایک بہت بڑا نظام درکار تھا

3۔دنیا کے کناروں سے کیا مراد ہے

1. زمین تو عرف عام میں گول ہے، اور گول چیز کا کوئی کنارہ نہیں ہوتا۔ اس لئے اس الہام میں دنیا کے کناروں سے مراد ہر جگہ ہو سکتی ہے یعنی زمین کے چپے چپے پر تیری تبلیغ پہنچے گی۔
2. وہ معروف مقامات جنہیں دنیا کا کنارہ کہا جاتا ہے جہاں آبادیاں ختم ہو جاتی ہیں اور سمندر کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔
3. ناروے کے شہر شون کے شمال میں ایک مقام End of the world کہلاتا ہے۔

"Verdens Ende"-The End of the Earth
یعنی "دنیا کا آخری حصہ" - ناروے

4. قطب شمالی کے قریب واقع ملک فن لینڈ کو دنیا کا آخری سرا کہا جاتا ہے۔ اسی طرح امریکہ، روس، اور کینیڈا کے شمالی علاقوں کو بھی آخری کنارہ کہا جاتا ہے۔ نیز قطب جنوبی اور براعظم انٹارکٹکا کو بھی دنیا کا آخری کنارہ سمجھا جاتا ہے۔ وہاں صرف چند سائنس دان رہتے ہیں جو سائنسی تحقیقات کرتے ہیں۔
5. فجی جہاں سے ڈیٹ لائن گزرتی ہے اور دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے، اسے بھی کنارہ کہا جاتا ہے۔

فجی میں واقع ڈیٹ لائن

6. کہتے ہیں کہ دنیا میں سب سے پہلے سورج جاپان میں طلوع ہوتا ہے۔
7. بحرالکاہل میں موجود ریاست ساموا نے دسمبر 2021ء میں اپنے معیاری وقت کو تبدیل کر دیا ہے اور اس طرح یہ ریاست دنیا میں سب سے پہلے سورج طلوع ہوتا دیکھتی ہے۔
8. اگر آپ نقشے پر شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک نظر دوڑائیں تو جتنے ممالک اور خطے ساحل سمندر پر موجود ہیں وہ سب زمین کے کنارے کہلا سکتے ہیں۔ ان کی بھاری اکثریت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچ چکا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ چند جزائر ایسے ہوں جو ابھی اس نور سے منور نہیں ہوئے، کوئی بعید نہیں کہ چند سالوں میں وہاں بھی حضور علیہ السلام کا پیغام پہنچ جائے۔

4۔پیغام پہنچنے سے متعلق غیر معمولی نظارے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب یہ وعدہ دیا گیا کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا تو اس میں لازماً اس طرف بھی اشارہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت تمہارے ساتھ ہو گی۔ اور یہ بھی کہ الٰہی سنت کے مطابق پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے الٰہی جماعت کی محنت اور کاوش بھی ضروری ہو گی۔ چنانچہ اس کے عین مطابق جماعت احمدیہ جان، مال، وقت، عزت اور اولادوں کی قربانی کر کے اس مقدس پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا رہی ہے۔ اس راہ میں شہادتیں بھی ہوئیں، بہت دکھ سہے، بیوی بچوں کو چھوڑا، بھوک پیاس برداشت کی، زخم کھائے، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں مگر کوئی کمی نہ چھوڑی اور خدا نے اپنے وعدوں کے مطابق قربانیوں کا بہترین پھل اور صلہ عطا کیا مگر اس کا ایک ایمان افروز پہلو یہ بھی ہے کہ بہت سی ایسی جگہوں پر جماعت کا پیغام اس طرح بھی پہنچا کہ اس کے لئے کوئی خاص محنت اور جدوجہد نہیں کرنی پڑی بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی خاص تقدیر اور تجلی کے طفیل ان ملکوں میں احمدیت کی داغ بیل پڑی مثلاً

٭ گھانا میں ابتدائی تبلیغ کے لئے کوئی باقاعدہ منصوبہ بندی نہیں کی گئی تھی۔ گھانا میں قصبہ اکرافو کے ایک مسلمان یوسف نیارکو صاحب Yousuf Nyarko نے 1920ء میں خواب میں دیکھا کہ وہ ایک سفید آدمی کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے خواب کا ذکر مسٹر عبدالرحمان پیڈرو Mr.Abdul Rahman Pedro صاحب کے ساتھ کیا جو نائیجیریا کے رہنے والے تھے۔ عبدالرحمان صاحب نے انہیں بتایا کہ میں نے ایک مسلم مشن کے متعلق پڑھا ہے جس کا مرکز ہندوستان میں ہے اور ایک برانچ لندن میں بھی ہے۔ یوسف صاحب نے اپنے خواب کی اطلاع جب چیف مہدی آپا کو دی تو انہوں نے مسلمانوں کی ایک میٹنگ منعقد کی جس میں فیصلہ کیا گیا کہ احمدیت کے مرکز کو ایک خط لکھا جائے کہ ان کے لئے کوئی مبلغ بھجوایا جائے۔ پہلے گھانین احمدی چیف مہدی آپا نے کیپ کوسٹ کے ایک شامی مسلمان تاجر سے حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ جو اس وقت لندن میں تھے کا پتہ لیا اور ان سے خط و کتابت کی اور کچھ رقم جمع کر کے سفید مبلغ منگوانے کے لئے لندن مشن کو بھیج دیا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے حکم پر مارچ 1921ء میں حضرت مولانا عبدالرحیم نیر صاحب رضی اللہ عنہ لندن سے گھانا پہنچے۔

٭ گیمبیا کا مشن بھی اسی طرح قائم ہوا۔ گیمبیا کی ایک لڑکی اعلیٰ تعلیم کے لئے سیرالیون گئی۔ وہاں اسے کسی دکان پر نماز کی ایک کتاب ملی جس میں عربی زبان کے ساتھ انگریزی ترجمہ بھی تھا۔ اس لڑکی نے اپنے ملک میں کبھی ایسی کتاب نہ دیکھی تھی۔ اس نے وہ کتاب خرید لی اور گیمبیا میں اپنے ایک عزیز کو بھجوا دی۔ یہ کتاب صدر انجمن احمدیہ قادیان کی شائع شدہ

تھی۔ ایک نوجوان مسٹر بارہ انجائے (Bara Injoy) نے قادیان میں جماعت سے رابطہ کیا اور مزید دینی کتب کے لئے درخواست کی۔ اسے جماعت نے مزید کتب ارسال کیں اور بتایا کہ آپ کے قریبی ملک نائیجیریا میں ہمارا مشن ہے۔ وہاں رابطہ کر کے مزید لٹریچر اور معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ اس زمانہ میں مکرم نسیم سیفی صاحب نائیجیریا کے مشنری انچارج تھے۔سب سے پہلے نائیجیریا سے ایک معلم مکرم حمزہ سنی الوصاحب گیمبیا تشریف لائے اور تقریباً ایک سال تک بانجول میں تبلیغ کرتے رہے۔ ان کے بعد گھانا سے ایک لوکل معلم مکرم سعید جبریل چند ماہ کے لئے تشریف لائے۔ اس زمانہ میں چونکہ گیمبیا میں باقاعدہ جماعت قائم نہ ہوئی تھی اس لئے مکرم سعید صاحب اپنے گلے میں ایک بیگ ڈالے رکھتے تھے جس پر احمدیت لکھا ہوا تھا اور گھوم پھر کر لوگوں کو احمدیت کا پیغام پہنچاتے رہتے۔اس طرح پڑھے لکھے نوجوانوں کا مرکز احمدیت قادیان کے ساتھ بذریعہ خط و کتابت اچھا خاصا رابطہ قائم ہوگیا اور وہاں سے اخبارات و رسائل بھی باقاعدگی کے ساتھ آنے شروع ہوگئے۔

(ارض بلال از منور احمد خورشید مبلغ سلسلہ)

*انڈونیشیا کے 4 نوجوان 1923ء میں دینی تعلیم کے لئے ہندوستان آئے تو قادیان آ کر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے دینی تعلیم کی درخواست کی۔ اسی دوران انہوں نے احمدیت قبول کر لی اور وہاں سے اپنے ملک میں تبلیغ شروع کر دی

*جاپان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کے تبلیغی خطوط کے ذریعہ اسلام کا پیغام پہنچ چکا تھا لیکن باقاعدہ مشن 1935ء میں صوفی عبد القدیر نیاز صاحب کے ذریعہ قائم ہوا۔

*مشرق بعید میں جو سعید روحیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں احمدیت سے مشرف ہوئیں ان میں سے چند نام یہ ہیں ہانگ کانگ و چین میں حضرت قاری غلام مجتبیٰ صاحب رضی اللہ عنہ و قاری غلام حم صاحب رضی اللہ عنہ۔آسٹریلیا میں حضرت صوفی حسن موسیٰ صاحب رضی اللہ عنہ نے ستمبر 1903ء میں بیعت کی۔ نیوزی لینڈ سے حضرت پروفیسر کلیمنٹ ریگ صاحب رضی اللہ عنہ نے مئی 1908ء میں حضور علیہ السلام کی زیارت کی اور واپس جا کر بیعت کر لی۔ فجی کے پہلے احمدی حاجی محمد رمضان صاحب تھے جو 1959ء میں شامل جماعت ہوئے۔

*چین میں ہمارے پہلے مبلغ صوفی عبد الغفور صاحب 1935ء میں پہنچے مگر احمدیت کا پیغام 1924ء میں پہنچ چکا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ کئی احمدی تھے مگر ان کا رابطہ مرکز سے نہیں تھا۔

(خطبات محمود جلد 8 صفحہ 312)

*امریکہ کو بھی نئی دنیا کہا جاتا ہے اور ایک لحاظ سے وہ دنیا کا کنارہ بھی ہے۔ امریکہ میں الیگزنڈر حضور علیہ السلام کی خط و کتابت کے نتیجہ میں مسلمان ہو گئے اور انہی کے ذریعے مسٹر اینڈرسن 1904ء میں احمدی ہوئے جن کا نام حضور علیہ السلام نے احمد تجویز فرمایا۔

MOHAMMED ALEXANDER RUSSELL WEBB.

*روس کے قطب شمالی کے علاقے بھی دنیا کے کنارے کہلاتے ہیں۔ روس کے مفکر اور عظیم ناول نگار ٹالسٹائی کے ساتھ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کی معرفت خط و کتابت ہوتی رہی اور جب اس کو اسلامی اصول کی فلاسفی کا ترجمہ بھیجا گیا تو اس نے اس پر بڑا خوبصورت تبصرہ کیا۔

یہ محض چند مثالیں ہیں اور اس بات کا کافی ثبوت مہیا کرتی ہیں کہ یہ وعدہ خدا کی طرف سے تھا جو تمام نامساعد حالات میں پورا ہوا۔ بیسیوں ایسے واقعات ہیں جہاں صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی مشیت ہی نظر آتی ہے۔ الغرض یہ محض ایک الہام نہیں۔ یہ ایک عظیم الشان وعدہ ہے جس کے پورا ہونے کی کہانیاں زمین کے چپے چپے پر بکھری ہوئی ہیں۔ ایک پیشگوئی ہے جو ہر خطہ ارض پر اپنی چکار دکھا رہی ہے۔ ایک تاریخ ہے جو خدائی نصرت و تائید سے بھرپور ہے۔ مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک کھلا کھلا ثبوت ہے جس کا ایک عالم گواہی دے رہا ہے۔ ایک نور سے لکھی ہوئی تحریر ہے جو خاکدان عالم پر نقش کی گئی ہے۔صلحائے عرب اور ابدال شام بھی اب اس پر درود بھیج رہے ہیں اور عجم کے لوگ بھی اس کے ایک اشارہ پر جانیں قربان کرنے پر تیار ہیں۔ دنیا کے 213 ملکوں میں اس کا پرچم لہراتا ہے اور ہر جھنڈا اس کا الہام یاد کراتا ہے۔

کہاں قادیان کی معمولی سی بستی اور قادیان کے چند لوگ اور کہاں دنیا کے دور دراز جزائر جو سمندروں سے گھرے ہوئے ہیں۔ سرسبز و شاداب علاقے جو فصلوں سے اٹے ہوئے ہیں۔ قطب شمالی اور قطب جنوبی جو پانیوں اور برفوں سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ وہ صحرا جو تیل کی دولت سے مالا مال ہیں۔ پرانی دنیا ہو یا نئی دنیا ہو۔ گنجان آبادیاں ہوں یا آسٹریلیا اور کینیڈا کی طرح ساحلی اور ریتلے علاقے۔سب جگہ قادیان اور اس کے مقدس نبی کا نام گونجتا ہے اور گونجتا رہے گا جب تک کہ انسان اس کرہ ارض پر موجود ہے۔ اور ایک وقت آئے گا کہ اَشۡرَقَتِ الۡاَرۡضُ بِنُوۡرِ رَبِّہَا۔(الزمر: 70) ساری زمین اپنے رب کے نور سے منور ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ

ایڈیٹر کے نام خط

ایک عزیز دوست کی رحلت

•مکرم حفیظ الرحمٰن واحد۔ایڈنبرا لکھتے ہیں:

الفضل لندن کے ذریعہ اپنے بچپن کے دوست چوہدری عبد الحفیظ صاحب آف برمنگھم کی اس جہان سے دوسرے جہان منتقل ہونے کی خبر پڑھی۔ بہت دکھ ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ ہم دونوں نے تعلیم الاسلام ہائی اسکول قادیان میں اکٹھے تعلیم حاصل کی تھی۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد ہم زندگی کے جھمیلوں میں کھو گئے۔ پھر سالوں بعد جب میں دسمبر 1969ء میں برطانیہ آیا تو یہاں ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد اکثر جماعتی تقریبات پر ملاقات ہوتی۔ ایک دفعہ برمنگھم میں کوئی تقریب تھی۔تقریب کے اختتام پر کہنے لگے ''گھر چلو'' میں نے کہا ''ٹھیک ہے''۔ رات ان کے ہاں قیام کیا۔ اگلے روز جب میں ایڈنبرا کے لئے روانہ ہونے لگا تو بااصرار راستے کے لئے کھانا تیار کروا کے دیا۔ راستے میں جب کھانے کے لئے کھولا تو اُس میں کھانے کا ایک چمچ بھی تھا جو پلاسٹک کا سفری چمچ نہیں تھا بلکہ گھریلو استعمال کا چمچ تھا۔ بظاہر بات اگرچہ معمولی سی تھی لیکن اس میں خاموش محبت کا ایسا اظہار تھا جسے میرے دِل نے محسوس کیا۔مرحوم بات بہت نرمی اور اطمینان کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ ہر لفظ اتنا صاف اور نکھرا ہوا ہوتا تھا کہ صاف سمجھ آجاتا تھا۔ اکثر جماعت کی ہی باتیں کرتے تھے۔ احباب اُن کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)

عامر محمود ملک۔ نمائندہ الفضل آن لائن یوکے

کچن گارڈننگ

باغ کا ذکر آتے ہی ذہن میں پھلوں، پھولوں سے لدے ہوئے درختوں اور پودوں سے بھری ہوئی جگہ کا نقشہ ابھرتا ہے۔ باغات کا ہمیشہ ہی انسانی تاریخ میں ایک خاص تذکرہ رہا ہے۔سب سے قدیم باغ جس کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے وہ باغ عدن ہے جہاں بائبل کے مطابق پہلے انسان آدم اور حوا کو رکھا گیا اور یوں انسان کے ساتھ باغ کا ایک رشتہ جوڑ دیا گیا۔ اس کے علاوہ بابل کے معلق باغات کا بھی تاریخ میں ذکر ملتا ہے جو سات قدیم عجائبات میں سے دوسرے نمبر پر ہیں۔ روایتی باغات کی نسبت کچن گارڈن ایسے باغیچے ہیں جہاں گھر کے ساتھ ہی چھوٹی سی جگہ پر یا عقبی آنگن میں باورچی خانہ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے سبزیاں اور دیگر پودے لگائے جاتے ہیں۔

گارڈننگ کی ابتدائی تاریخ

اگرچہ پہلا باغبان ہونے کا سہرا عام طور پر مشرق وسطی میں "زرخیز ہلال" کے لوگوں کو جاتا ہے، "زرخیز ہلال" مشرق وسطی کا ایک ہلال نما خطہ ہے، جو جدید دور کے عراق، اسرائیل، فلسطین، شام، لبنان، مصر، اور اردن کے ساتھ ساتھ ترکی اور ایران کے مغربی کنارے پر پھیلا ہوا ہے۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق اس میں قبرص بھی شامل ہے۔اس خطے کو "تہذیب کا گہوارہ" کہا جاتا ہے، کیونکہ دجلہ، فرات اور نیل کی زرخیز وادیوں کی وجہ سے یہیں سے ہی آباد شدہ کاشتکاری کی تہذیب ابھرنا شروع ہوگئی۔ جب لوگوں نے نئے پودوں کو فصلوں کی طرح اگانے کے لئے قدرتی پودوں کی صفائی اور تبدیلی کا عمل شروع کیا۔ ابتدائی انسانی تہذیب اسی کے نتیجے میں تشکیل پائی - دنیا میں کئی مقامات پر پودوں کی کاشت اور پالتو جانوروں کی پرورش 10000 سال قبل مسیح سے 7000 سال قبل مسیح کے درمیان ہوئی۔ اس وقت سے جنوب مغربی ایشیاء، چین، جنوبی امریکہ، افریقہ اور ہندوستان میں ابتدائی سبزیوں کی باغبانی کے ثبوت موجود ہیں۔

کھیت سے باغ تک

شروع میں کھیتی باڑی اور باغبانی کے مابین فرق قائم کرنا مشکل تھا کیونکہ شاید یہ صرف ایک ہی خاندان کی ضروریات پوری کرنے کے لئے چھوٹے پیمانے پر ہوتا۔ باغات تیار ہونے سے پہلے چھوٹے اور انفرادی پیمانے پر کھیتی باڑی کئی صدیوں تک جاری رہی، خاص طور پر شہروں کے ارد گرد جہاں ان شہریوں کو خوراک کی فراہمی کی ضرورت تھی جن کے پاس اپنی پیداوار کو اگانے کے لئے جگہ نہیں تھی۔

کچن گارڈننگ کا آغاز

ابتدائی طور پر کچن گارڈننگ کا آغاز قرون وسطی کے دور میں ملتا ہے ۔ خانقاہوں کے راہب ضروریات پوری کرنے کے لئے خانقاہ کے ساتھ خالی زمین پر سبزیاں وغیرہ کاشت کرتے تھے۔ اس کے علاوہ محلات اور قلعوں کے شاہی باورچی خانوں کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لئے بھی اندر ہی باغات موجود ہوتے تھے–۔یوں باغبانی کی مہارتیں ترقی کرتی گئی۔

17 ویں صدی عیسوی میں جب نئی دنیا دریافت کرنے کے جنون میں نوآبادیاتی دور کا آغاز ہوا تو آبادکار اپنے ساتھ نئی نئی سبزیوں کے بیج اور تکنیک لائے۔ جنوبی امریکہ کی سبزیاں یورپ اور ایشیا میں پھیلیں اور ایشیا و یورپ کی براعظم امریکہ میں گئیں۔ نوآبادیاتی دور میں کچن گارڈن کم از کم تقریباً ایک ایکڑ رقبہ میں لگایا جاتا تھا۔ اس جگہ کو سبزیوں کے ساتھ ساتھ مویشیوں کو پالنے اور مرغبانی وغیرہ کے لئے بھی استعمال کیا جاتا تھا۔

18 ویں صدی کے دوران ایک عام کچن گارڈن میں اگائی جانے والی چیزوں کا انحصار گھروں کی دولت پر تھا اور کاشت کی جانے والی اشیاء سے معاشرتی طبقاتی درجہ کا بھی اندازہ لگایا جاتا تھا۔

برطانیہ میں کچن گارڈننگ

پھر جنگ عظیم اول اور دوم ہوئیں جو سبزیوں کی باغبانی کی تاریخ میں ایک اہم باب ہے۔جنگیں افراد کے ساتھ ساتھ وسائل کو بھی ہڑپ کر لیتی ہیں۔ چنانچہ خوراک کی کمی کو پورا کرنے کے لئے برطانیہ میں الاٹمنٹ گارڈن کے کلچر کا آغاز ہوا۔ اس اسکیم کے تحت ہر شہر میں مخصوص جگہوں پر چھوٹے چھوٹے پلاٹ بنا کر لوگوں کو سبزیاں اور پھل وغیرہ اگانے کے لئے دیئے گئے تا کہ متوسط اور مزدور طبقہ وہاں سے اپنے کچن کی کچھ ضروریات پوری کر سکے۔ اس دور میں اس اسکیم نے بہت کامیابی حاصل کی۔ خوراک کی کمی ہونے کی وجہ سے ہر ایک سے اپنی غذا کی تکمیل کے لئے سبزیاں وغیرہ اُگانے کی توقع کی جاتی تھی۔ حکومت کے زیر اہتمام اشتہاری مہم نے خاص طور پر سبزیوں اور پھلوں کی کاشت کی خوبیاں بیان کیں۔

اس وقت سے ہی یہ کمیونٹی گارڈن برطانوی معاشرے کا ایک اہم حصہ تصور کئے جاتے ہیں۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ یہ صرف معمر اور ریٹائرڈ افراد کی مصروفیت کا ذریعہ سمجھا جانے لگا لیکن کچھ عرصہ اس شوق میں کمی آنے کے بعد اب دوبارہ لوگوں کی دلچسپی میں اضافہ دیکھا جارہا ہے اور نوجوان نئی نسل بھی اس طرف راغب ہو رہی ہے۔ باغبانی میں جدت آنے اور گرین ہاؤس، پولی ٹنل، عمودی باغبانی جیسے طریقے متعارف ہونے کی وجہ سے چھوٹی جگہوں پر بھی سبزیوں کی کاشت کو آسان بنادیا ہے اور نہیں لگتا کہ مستقبل قریب میں برطانوی قوم میں یہ شوق کم ہونے والا ہے۔

کچن گارڈن میں لگائے جانے والی سبزیاں اور پھل

یوں تو ہر ملک کی آب و ہوا مختلف قسم کے پودوں کے لئے موزوں ہوتی ہے لیکن کچھ پودے ایسے ہیں جو ہر جگہ پر ہی لگائے جاسکتے ہیں۔ برطانیہ میں چونکہ سال کے بیشتر مہینوں میں موسم نمدار اور راتیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اسلئے بیشتر سبزیوں کی کاشت اپریل سے ستمبر کے دوران بہتر درجہ حرارت میں کی جاتی ہے۔ ٹماٹر، لال مولی، مختلف قسم کے سلاد، پھلیاں، آلو، مٹر، کھیرا، ماڑو اور چقندر وغیرہ باآسانی لگائے جاتے ہیں۔بعض شوقین افراد تو زمین نہ ہونے کی وجہ سے گملوں میں ہی پودے لگا لیتے ہیں۔ پھلدار جھاڑیوں میں اسٹرابیری، گوزبیری، بلیک کرنٹ اور بلیک بیری لگائی جاتی ہیں جبکہ پھلدار درختوں میں چیری، سیب، آڑو، خوبانی اور ناشپاتی شامل ہیں۔

مقامی کونسلز ہر سال باقاعدگی سے باغبانی کے مقابلے منعقد کرواتی ہیں جن میں باغبانی کی مختلف کیٹیگریز میں بہتر کارکردگی دکھانے والے افراد کو انعامات دیئے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ بہت سی باغبانی کی تنظیمیں بھی قائم ہیں جو باغبانی کی راہنمائی کے علاوہ مختلف قسم کے مقابلے بھی منعقد کرواتی رہتی ہیں موسم بہار کا آغاز ہوتے ہی ہر بڑے اسٹور پر باغبانی کا سامان اور کھاد وغیرہ فروخت کے لئے رکھ دیئے جاتے ہیں جو تمام موسم گرما دستیاب رہتے ہیں۔مختلف اقسام کے بیج، پنیری اور پودے باآسانی مل جاتے ہیں۔

آئندہ مضمون میں ہم دیکھیں گے کہ موسم کے لحاظ سے مختلف جغرافیائی علاقوں میں باغبانی کا آغاز کیسے کیا جائے اور ابتداء میں کن امور کا خیال رکھنا پڑے گا۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: الفضل آن لائن کے یوم مسیح موعود نمبر 2022ء کا شاہکار موضوع...... از صفحہ 4

رہنمائی میں آپ کی دُعاؤں کے ساتھ الفضل آن لائن کو جو اعلیٰ مقام و رتبہ عطا فرمایا ہے یہ محض اور محض اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل ہے جس پر ہمیں اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر حمد اور شکرانے کے گیت بلند کرنے چاہئیں۔ اور اللہ اکبر، سبحان اللہ اور الحمدللہ کی صدائیں بلند کرنی چاہئیں۔

ان نام نہاد مولویوں نے نو ہزار کی تعداد میں طبع ہونے والے اللہ کے فضل کو روکنا چاہا اور آج یہ الفضل آن لائن کا سورج روزانہ ہی دنیا بھر کے کونے کونے میں بڑی شان کے ساتھ اسلام احمدیت کا پیغام لے کر چڑھتا ہے۔ جو ممبران الفضل ٹیم، نمائندگان، پروف ریڈنگ اور ایڈیٹنگ کرنے والی ٹیم کے ممبران اور قارئین، نثر نگار وشعراء کا مرہون منت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر وصحت میں برکتوں سے نوازے، نیز ان کے قلم کو تیز تر کرے اور مزید زور عطا فرمائے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ

جب یہ دنیا بھر کی شش جہات میں اللہ اکبر کی صدا بلند کرتا اور اسلام کا انقلابی پیغام اپنے اندر سموئے ہوئے روزنام الفضل نمودار ہوتا ہے تو سب دنیا دار پارٹیوں، گروپوں کے سطحی نعرے بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اس کا کوئی مقابل دور تک نظر نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ الفضل آن لائن کو چار چاند لگائے رکھے اور ہم سب کو اسلام واحمدیت کی آواز کو بلند سے بلند کرنے کے لئے اس کا حق ادا کرنے کی توفیق دے اور اس کی ترقی وترویج میں تمام کارکنان، خدمتگار، مددگار اور قارئین کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

(ابوسعید)

آج کی دعا

اَنۡتَ وَلِیُّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَیۡرُ الۡغٰفِرِیۡنَ ﴿۱۵۶﴾

(الاعراف: 156)

ترجمہ: تُو ہی ہمارا ولی ہے پس ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو بخشنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بخشش اور رحمت کی دعا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب 40 دن کے چلہ کے لئے اپنی قوم سے دور ہوئے تو قوم نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ جب حضرت موسیٰؑ واپس آئے تو انہوں نے اپنی قوم کی اس حرکت پر شدید افسوس کیا اور اپنے اور بھائی حضرت ہارون علیہ السلام (جنہیں وہ اپنے بعد قوم میں چھوڑ گئے تھے) کے لئے خدا سے بخشش طلب کی۔ اور اس کے بعد اپنی قوم کے لئے بھی دعا کی کہ اے اللہ! کیا تو ہمیں ان بے وقوفوں کی اس حرکت کی وجہ سے ہلاک کر دے گا۔ اور اس موقع پر مندرجہ بالا دعا کی۔

مرسلہ: مریم رحمٰن

فقہی کارنر

سود

سود کی بابت پوچھا گیا کہ بعض مجبوریاں لاحق حال ہو جاتی ہیں۔ تو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:۔

اس کا فتویٰ ہم نہیں دے سکتے۔ یہ بہر حال ناجائز ہے۔ ایک طرح کا سود اسلام میں جائز ہے یہ کہ قرض دیتے وقت کوئی شرط وغیرہ کسی قسم کی نہ ہو اور مقروض جب قرضہ ادا کرے تو مروّت کے طور سے کچھ زیادہ دے دیوے۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایسا ہی کرتے۔ اگر دس روپیہ قرض لئے تو ادائیگی کے وقت ایک سو تک دے دیا کرتے۔ سود حرام وہی ہے جس میں عہد معاہدہ اور شرائط اوّل ہی کر لی جاویں۔

(البدر 24/ اگست 1904ء صفحہ 8)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ یوکے)

چھوٹی مگر سبق آموز بات

صبح کی نماز

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔ ”صبح کی نماز کو چھوڑنا اس مرکزی نیکی کو چھوڑنا ہے جس پر باقی نیکیاں قائم ہیں۔ اگر یہ ہاتھ سے جاتی رہے تو باقی سب نمازیں ہاتھ سے جاتی رہیں۔“

(خطبہ جمعہ 10/اکتوبر 1997ء)

نیکیوں کے مرکز پر قائم ہو جانا ہی انسان کو عبادات میں دوام بخشتا ہے۔

صبح کے وقت کی گہری نیند سے بیدار ہو کر رب کے حضور کھڑے ہو جانا گویا تمام دن کی عبادات کے لیے تیاری کا اہتمام کرنا ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دن کے آغاز میں دعا سے تمام دن کی عبادات کے لیے توفیق مانگنا افضل قرار دیا گیا ہے۔ عموماً رات کو دیر تک کمپیوٹر اور ٹی وی پر گیمز اور پروگرامز دیکھتے رہنے کی عادت کی وجہ سے یا اسکول و کالج کی رات گئے تک پڑھائی کی خاطر خصوصاً نوجوان طبقہ صبح کی نماز کی مرکزی نیکی کے ثواب اور اہمیت سے بے پرواہی برت رہا ہے، دیر سے اٹھ کر جلدی میں نماز کی ٹھونگیں مارنا ایک عام عادت بن گئی ہے۔ رات گئے تک کئے جانے والے مشاغل اگر جلدی نمٹا لیے جائیں اس خیال سے کہ نمازِ فجر وقت پر ادا ہو جائے تو صبح کے وقت کی گئی پڑھائی بھی کامیابی اور خیر و برکت کا باعث بن جائے گی۔

مرسلہ: ناصرہ احمد۔ کینیڈا

21مارچ 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:08	18:32
مدینہ منورہ	05:07	18:33
قادیان	05:10	18:40
ربوہ	04:50	18:20
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:34	18:17